ترجمان اسلام

نگران اعلیٰ

مفتی محمودؒ

مکرم جناب مولوی محمد یوسف صاحب [illegible]

18
13

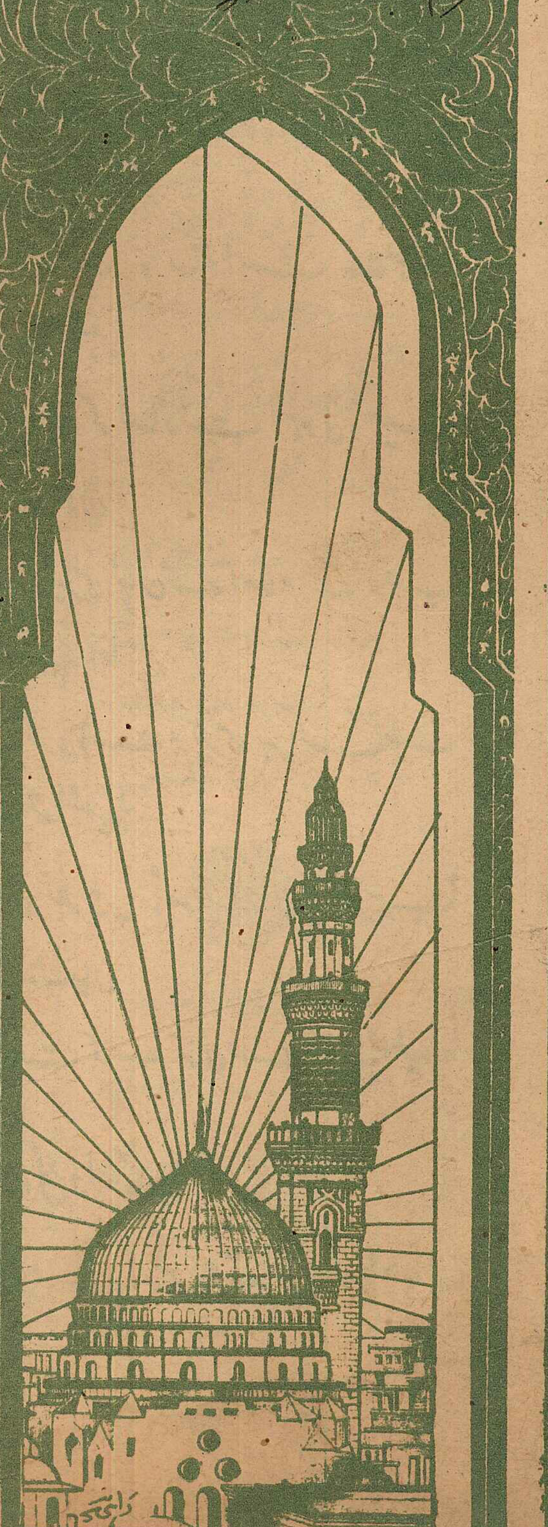

شاہ فیصل مرحوم کی موت ایسی موت
ہے کہ جب وہ دنیا سے رخصت
ہوئے تو نہ صرف یہ کہ عوام رو رہے
تھے ، بلکہ سربراہان ممالک رو رہے تھے۔

شاہ فیصل کے دل میں اسلام کیلیے
سچی تڑپ تھی آپ پوری دنیا میں
اسلام کا بول بالا چاہتے تھے۔
آپ کی خواہش تھی کہ میں مسجد اقصیٰ
میں نماز پڑھوں ، مگر یہ خواہش پوری
نہ ہو سکی۔
ان کی کوششوں سے تمام عرب ممالک
اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر یک جان
و دو قالب ہو گئے تھے۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور
شاہ خالد کو ان کا صحیح جانشین بننے
کی توفیق مرحمت فرمائے

مفتی محمود

نوحۂ غم !

اے اتحادِ عالمِ اسلام کے نقیب

تھی زندگی عجیب تری، موت بھی عجیب!
اے اتحادِ عالم اسلام کے نقیب
شاداں ہے سامراج! ترے قتل پر شہیدؒ
ماتم کناں ہیں اسد و سادات سے حبیب
قسمت میں تھیں لکھیں ترے قاتل کے ذلتیں
بطلِ جلیل! تجھ کو شہادت ہوئی نصیب
اسلام کے لیے ہی دھڑکتا تھا تیرا دل!
دشمن تھے، تیری جان کے اسلام کے رقیب
رطب اللساں ہیں تیرے محامد میں رہنما
تعریف کر رہا ہے، تیری ہر اک خطیب
تو آشنائے رمزِ مساوات تھا شہیدؒ!
یکساں تری نظر میں اُمراء ہوں یا غریب!
تاباں رہے گا نام ترا، اے خلد آشیاں
حق مغفرت کرے تری، اے طیّب و اطیب

زندہ رہے گی تجھ سے شجاعت کی داستاں
اے بطلِ حُر، اے ارضِ مقدس کے پاسباں

اکرام القادری

اداریہ اکرام القادری

فرمانروائے حرمین شریفین شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ

فرمانروائے حرمین شریفین، پاسبان حرم شاہ فیصل مرحوم کی المناک شہادت ایک ایسا جانگسل، دلدوز اور عظیم حادثہ فاجعہ ہے جس پر تمام عالم اسلام خونفشاں اور ماتم کناں ہے۔ اس واقعہ حزنیہ پر آنکھیں اشکبار اور زبانیں گنگ ہیں۔

شاہ فیصل مرحوم کی روح فرسا موت پر عام اسلامیان عالم ہی نہیں روئے، بلکہ سربراہان ممالک تک کی چیخیں نکل گئیں اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ سادات ایسا سلیم الطبع اور پیکر ضبط و ثبات انسان بھی فرط جذبات سے آنسوؤں کی روانی پر قابو نہ پا سکا۔ مصر کے صدر جمال عبدالناصرؒ کی کرب انگیز موت کے بعد یہ پہلا جنازہ تھا جس میں اس کثرت کے ساتھ عوام و خواص نے شرکت کی اور جسے آہوں، آنسوؤں اور فلک شگاف چیخوں کے جلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

شاہ فیصل شہیدؒ اتحاد عالم اسلام کے سب سے بڑے نقیب اور علمبردار تھے۔ اتحاد عالم اسلام کے سلسلے میں انہوں نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کے دامن سے کبھی محو نہیں کی جا سکتیں۔ شاہ فیصلؒ کو عام مسلم ممالک سے بالعموم اور پاکستان سے بالخصوص والہانہ محبت تھی۔ انہوں نے ہر کڑے وقت پر پاکستان کی دل کھول کر امداد کی۔ یحییٰ خان اور موجودہ حکمرانوں کی ملی بھگت سے پاکستان کے دو لخت ہونے پر انہیں بے پناہ صدمہ تھا۔ سوات و ہزارہ کے زلزلہ زدہ افراد کے سلسلے میں شاہ فیصل مرحوم نے جس دریا دلی کا ثبوت دیا اسلامیان پاکستان اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

شاہ فیصل شہیدؒ کی شخصیت تدین اور تدبر کا حسین امتزاج تھی۔ سیاست کے نشیب و فراز اور زیر و بم سے آپ بخوبی آشنا تھے۔ عالم اسلام ہی نہیں مغربی مفکرین بھی آپ کی عاقبت اندیشی اور سیاسی بصیرت کے قائل ہیں۔

گذشتہ عرب اسرائیل جنگ کے بعد سے مشرق وسطیٰ کی سیاست میں شاہ فیصلؒ نے جو عدیم النظیر اور جرارت مندانہ کردار ادا کیا ہے اس نے مرحوم کی شخصیت کو مزید قد آور بنا دیا تھا۔ عرب ممالک نے اسرائیل اور اسرائیل نوازوں کے خلاف تیل بائیکاٹ کا حربہ استعمال کیا تو شاہ فیصل نے اس آئینی اور خاموش جنگ کی بے باکانہ قیادت کی۔

امریکی سامراج نے تیل کے کنوؤں پر زبردستی قبضہ کرنے کی مضحکہ خیز دھمکی دی تو شاہ فیصلؒ نے اس گیدڑ بھبکی کے جواب میں ببانگ دہل کہا کہ اگر امریکہ نے اس قسم کی بزدلانہ حرکت کی تو عرب خود اپنے تیل کے چشموں اور کنوؤں کو آگ لگا کر تباہ و برباد کر دیں گے۔ شاہ، اپنے پیچھے جو خلا چھوڑ گئے ہیں وہ یقیناً بہت بڑا خلا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم خدا کی رحمت سے مایوس ہو کر سامراج اور اس کی ناجائز اولاد کو کھل کھیلنے کا موقعہ دیں۔ موجودہ نازک صورت حال میں عربوں کو بالخصوص اور مسلمانان عالم کو بالعموم پہلے سے کہیں زیادہ اتحاد و یکجہتی کی ضرورت ہے۔ اب وقت کا تقاضا یہی ہے کہ عرب پہلے سے سوگنا چوکنے اور مستعد ہو کر دشمن پر کاری ضرب لگائیں اور تمام مسلم و غیر

باقی [illegible]

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۱۳
جمعۃ المبارک ۲۱ ربیع الاول ۴ اپریل

سرپرست
مولانا عبید اللہ انورؔ

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلس ادارت
ڈاکٹر احمد حسین کمال
مولانا سعید احمد رائے پوری
سیّد مطلوب علی زیدی
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ — ۳۸ روپے
ششماہی — ۱۹ روپے
سہ ماہی — ۹/۵۰

فی پرچہ
۷۵ پیسے

پریمیر پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ سے شائع کیا

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری
خیر المدارس (ملتان) میں

رپورٹ: محمد یوسف ولی اللّٰہی

سامراجیت کے ظلم کی ننگی تلوار ٹوٹ جائے گی

اشتراکیت کا چراغ گل ہو جائے گا!!

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائپوری مدظلہٗ سرپرست جمعیۃ طلباء اسلام نے خیر المدارس ملتان میں بعد نماز عصر مسجد میں اساتذہ و طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آپ نے اپنی زندگی کا ایک مشکل حصہ دین کے لیے یہ سمجھتے ہوئے بھی وقف کر دیا ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دنیوی سطح پر اہم مقام حاصل نہیں کر سکتے، نہ ہی سرکاری ملازمتیں حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کے لیے معاشیات کا معقول بندوبست ہو سکتا ہے تو ان حالات میں جب کہ ہم نے اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دیا ہے یہ سوچنا ہے کہ دین کس طرح غالب کریں؟ کیونکہ دین کو بلند کرنا اور دین کی وجہ سے اپنا وقار و مقام بلند رکھنا ہم پر فرض ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب اہلِ تورات اور علماء تورات اپنا وقار قائم نہ رکھ سکے تو بیت المقدس تباہ و برباد کر دیا گیا۔ توراتیں جلا دی گئیں۔ اور بیت المقدس سے اہل تورات کو نکال دیا گیا گویا اہل تورات و علماء تورات کا اپنا وقار قائم نہ رکھ سکنا بیت المقدس کی تباہی اور توراتوں کے جلا دیئے جانے کا سبب بنا۔ یہی صورت حال ہمیں بھی درپیش آئی ہے اور آ سکتی ہے۔ ہماری پستی کی وجہ سے دین کا وقار بھی پست ہو گیا۔ لہٰذا ہم اپنا وقار قائم رکھ کے اور بلند کر کے ہی دین کو بلند و غالب کر سکتے ہیں۔

ہماری حالت اور حیثیت

یہ نہ ہونی چاہیے کہ جو چاہے اور جس وقت چاہے منڈی میں ہماری قیمت ڈال دے۔

اکابر کی وزنی شخصیتوں نے انتہائی نامساعد حالات میں درس و تدریس بھی جاری رکھا، ذکر و اذکار اور تزکیۂ نفس بھی کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ شیخ الہندؒ حضرت مولانا محمود الحسن کے لیے جنگ آزادی میں مجاہدین بھی تیار کرتے رہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے ظلم و جبر کے دور میں حالات کو جانتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ کے لیے مجاہدین مہیا کیے۔ انگریز کے سامنے اس کا برملا اعلان و اعتراف کر کے حضرت شیخ الہند سے اپنا تعلق و رشتہ بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں تبلیغ کی اجازت نہ تھی، کوئی امید نہ تھی، لیکن اس کے باوجود آپؐ نے دارِ ارقم میں بیٹھ کر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت حمزہؓ کی صورت میں طاقت حاصل کی۔

اگر آج ہم سے بھی مدارس و مساجد چھین لی جائیں تو ہم چھپروں اور درختوں کے نیچے بیٹھ کر درس حریت دے سکتے ہیں آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی آواز کالج میں بھی پہونچ گئی ہے اور کالج کا طبقہ آج یہ کہتا ہے کہ ہم عربی مدارس کے تحفظ کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنگ لڑیں گے۔

مختصر یہ کہ ہمیں ہر حال میں اپنے کو دین کے لیے وقف کرنا ہے۔ بیچنا نہیں ہے — قناعت پسندی، اخلاص نیت، اسوۂ اکابر پر عمل بغیر حصول دنیا کے غلبۂ دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اگر ہم نے یہ چیز اپنے اندر پیدا کر لی تو پھر سامراجیت کے ظلم کی ننگی تلوار ٹوٹ جائے گی اور اشتراکیت کا چراغ گل ہو جائے گا۔

بقیہ اداریہ

و غیر مسلم سامراج دشمن ممالک عربوں کی ہر قسم کی بھرپور امداد کریں مایوسی کفر ہے۔ اس وقت بھی مشرق وسطیٰ میں صدر سادات ایسا حلیم و بردبار مرد جری اور کرنل قذافی ایسا سامراج دشمن موجود ہے۔ شاہ خالد بھی اپنے عظیم بھائی کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے اور اس مقدس مشن کی تکمیل کے لیے انتھک جدوجہد کریں گے جس کے لیے شاہ فیصل شہیدؒ کرتے رہے ہیں۔ آخر میں ہم مرحوم کے لیے خدائے غفار سے دست بدعا ہیں کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

المرسلہ ڈاکٹر احمد حسین کمال

اسرائیل • امریکہ اور عالمِ عرب

صیہونیوں اور اسرائیل کے حامیوں کے اس پروپیگنڈے کے باوجود کہ جینوا کانفرنس مشرق وسطیٰ کے تنازعے کو طے کرنے کے سلسلے میں غیر مؤثر ثابت ہو گی، یہ سننے میں آیا کہ اسرائیل اور امریکہ مشرقِ وسطیٰ کے مسئلے پر دوسرا دور شروع کرنے کی زور شور سے تیاریاں کر رہے ہیں۔

یہ خبر ایسی تو نہ تھی کہ اس پر یقین کیا جاتا لیکن اس کی صداقت پر اس وقت یقین کرنا ہی پڑا جب اسرائیلی رہنماؤں نے عرب ممالک کو اشتعال انگیز دھمکیاں دینے کے ساتھ ہی ساتھ جنوبی لبنان کے قصبوں اور دیہاتوں پر توپوں کے دہانے کھول دیئے اور بموں کی بارش شروع کر دی اور جزیرہ نما سینائی اور لبنان کی پہاڑیوں میں فوجیں جمع کر کے جنگی مشقیں شروع کر دیں۔

اسرائیل نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے سرپرستوں کی شہ پر کویت، سعودی عربیہ، سوڈان اور لیبیا کو اپنی اشتعال انگیزیوں کا نشانہ بنا کر پورے مشرقِ وسطیٰ پر کشیدگی مسلط کرنے کی دھمکی بھی دے دی۔

اسرائیلی رہنماؤں کی ان دھمکیوں اور امریکی وزیر خارجہ کی اس دھمکی میں کہ ہنگامی حالات کے تحت تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کے خلاف طاقت کا استعمال خارج از امکان نہیں ہے، جو مماثلت پائی جاتی ہے وہ حیران کن بھی ہے اور معنی خیز بھی۔

لیکن جب اس امر کی تصدیق ہوئی کہ امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کے جنگی جہازوں کا رخ جزیرہ نما عرب کی جانب موڑ دیا گیا ہے، بحیرۂ روم میں چھٹا بحری بیڑہ پہلے سے زیادہ سرگرم ہو گیا ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں قائم امریکی فوجی اڈوں میں مقیم فوجوں نے جنگی مشقیں شروع کر دی ہیں اور خلیج فارس کے علاقے میں اپنی فوجی موجودگی کا دائرہ وسیع کرنے کی غرض سے امریکی حکومت جزیرہ مسیرہ کے برطانوی فوجی اڈے کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو پھر اس خبر کی صداقت پر ایمان لانا ہی پڑا کہ اسرائیل اور امریکہ دونوں ہی مشرقِ وسطیٰ کے مسئلے پر مذاکرات کرنے کی نہ صرف تیاریاں ہی کر رہے ہیں، بلکہ سنجیدہ بھی نظر آتے ہیں۔

اسرائیل اور امریکہ مشرقِ وسطیٰ کے مسئلے پر مذاکرات کے دوبارہ آغاز کے لیے جو حالات پیدا کر رہے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مذاکرات کانفرنس کے کمرے میں نہیں بلکہ میدان جنگ میں ہوں گے اور نمائندوں کے ذریعے نہیں بلکہ توپ اور تفنگ اور ٹینک اور بمباروں کے ذریعے ہوں گے۔ اپنے سامراجی مفادات اور جدید نو آبادیاتی نظام کی بقا کے لیے اسرائیل کو آلۂ کار بنا کر امریکی سامراج مذاکرات کا یہ بھیانک طریقہ تو اختیار کر سکتا ہے لیکن بھری دنیا میں تنہا رہ جائے گا، بزمِ عالم میں ننگا ہو جائے گا، دنیا اس پر تھوکے گی، عالمی رائے عامہ اس پر لعنت بھیجے گی اور خود امریکی عوام اس کی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ جدید نو آبادیاتی نظام کے ابھی "کھیلنے کھانے کے دن ہیں"۔ یہ بھی سچ ہے کہ "پرائے مال" کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تسخیرِ عالم کی ہوس اور اقتدارِ عالم کی مستی کا عالم ہی عجیب ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکہ آج یہ کھیل نہیں کھیل سکتا! ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اس دنیا میں کچھ کرنے کے لیے وقت کی رفتار کا اندازہ کرنا پڑتا ہے، حالات کا رخ دیکھنا پڑتا ہے اور زمانے کی نظروں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ آج وقت پکار رہا ہے کہ امن قائم کرو، حالات چیخ چیخ کر کہ رہے ہیں کہ امن و امان کی فضا بحال کرو اور زمانہ دیکھ رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ زمانہ پوچھ رہا ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ وہ دور گیا جب جہاں کسی کو کمزور دیکھا اور تلوار اٹھالی۔ اب تو وہ وقت آیا ہے کہ ایک نظر اٹھتی ہے تو اس پر ایک عالم کی نظریں اٹھ جاتی ہیں۔

توپ اور تفنگ کی زبان میں گفتگو کرنے کا یارا ہوتا تو سامراج ویت نام سے یوں بے آبرو ہو کر نہ نکلتا، سرد جنگ کی گندگی نہ سمیٹتا اور ایٹمی جنگ کی روک تھام کے لیے دوڑ دھوپ نہ کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل اور امریکہ کی یہ دھمکیاں بندر بھبھکیاں ہیں جن کا مقصد عرب ملکوں کو بلیک میل کرنا ہے۔ لیکن بات یہ ہے اب نہ وہ دور ہی رہا اور نہ اب وہ عرب اور عرب ملک ہی رہے جب وہ سامراجیوں کی بندر بھبھکیوں میں آجاتے تھے۔

اب وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کون کیا ہے اور انہیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ یہ بات

بار ہا کہہ چکے ہیں اور اس پر قائم ہیں کہ مشرق وسطیٰ کا مسئلہ سلامتی کونسل کی قرار دادوں پر عمل کر کے ہی حل ہو سکتا ہے جن کے تحت اسرائیل پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کر دے اور فلسطین کے عرب عوام کے جائز حقوق کو تسلیم کر لے۔ اسرائیل کو اگر یہ منظور نہیں تو عرب بھی اس سے کم پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔

اسرائیلی صیہونیت مشرق وسطیٰ کے سلگتے ہوئے اسٹیج پر امریکی سامراج کی زیر ہدایت جو خونی ڈرامہ کھیلنے کی ریہرسل کر رہی ہے اس کا آغاز ہی اس کی موت سے ہو گا۔

سوئٹزرلینڈ کا ایک یہودی بینک

انٹرنیشنل کریڈٹ بینک نے، جو اسرائیل اور سوئٹزرلینڈ کے مابین مالی لین دین کے ذریعے کی حیثیت سے پوری دنیا میں مشہور رہے، اور اپنا کاروبار ختم کر دیا ہے۔

بینک کے نوٹس بورڈ پر جب یہ نوٹس لگایا گیا کہ بینک نے عارضی طور پر کاروبار بند کر دیا ہے تو ان لوگوں میں افراتفری مچ گئی جن کا روپیہ اس بینک میں جمع تھا۔

انٹرنیشنل کریڈٹ بینک کے ڈائرکٹر، تبر روزین بوم کو اسرائیل کا لورتڑ واپریس سوئٹزرلینڈ کے یہودی فرقے کا "انتہائی محترم" شخص تصور کرتا ہے۔

روزین بوم کو اس کے مذہبی عقیدے کے سبب ابھی تک انتہائی قابل اعتماد تصور کیا جاتا تھا اور اس نے خود اپنی اور عالمی صیہونی تنظیم اور عالمی یہودی کانگریس کے رہنماؤں اور تل ابیب کے حکمراں حلقوں کے ساتھ اپنے قریبی تعلقات کی خوب خوب تشہیر کی ہے۔ وہ کئی سال تک اسرائیل کی مذہبی جماعت مفدال کو بڑی فیاضی کے ساتھ امداد دیتا رہا ہے اور عالمی صیہونی تنظیم کی اعلیٰ کمیٹی کا رکن رہا ہے۔

اسرائیل کے کمیونسٹ اخبار "الاتحاد" نے روزین بوم کے نامناسب کاروبار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کاروبار میں تل ابیب کے حکمران اس کے ساتھ مل کر اسٹاک ایکسچینج کے ٹھگوں کا کردار ادا کرتے تھے اور مشکوک مالی کاروبار میں حصہ لیتے تھے۔

اسرائیلی کارپوریشن کے توسط سے اسرائیلی حکمرانوں نے روزین بوم کو اتنا اختیار دے دیا کہ وہ اپنی مرضی سے لاکھوں کروڑوں ڈالر جس طرح چاہے استعمال کرے اور اس مقدس "ربی" نے بڑی بڑی رقمیں، یورپ، افریکہ، لاطینی، امریکہ اور ایشیا کے ممالک میں جائداد کی خرید فروخت کے کاروبار کے لیے وقف کر دیں۔

اسرائیلی وزراء قانون کی خلاف ورزیوں کو خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے کیونکہ ان کو باقاعدگی کے ساتھ بڑی بڑی رقوم ملتی رہتی تھیں اور جو روزین بوم کے بینک میں ایک خصوصی خفیہ کھاتے میں ان کے نام جمع کرا دی جاتی تھیں۔ بینک کی جنیوا شاخ میں کچھ ایسے لوگوں کے بھی حساب کھلے ہوئے تھے جن کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ انٹرنیشنل کریڈٹ بینک کے امریکی "مافیا" اور دیگر سرمایہ دار ممالک میں منظم طور پر جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے سرغنوں سے "تجارتی تعلقات" قائم ہیں عالمی صیہونی تنظیم بھی روزین بوم کے ذریعے اپنی کارروائیاں انجام دیتی تھی اور بینک کی جنیوا اور زیورچ شاخوں میں اس کے کرنٹ اکاؤنٹ کھلے ہوئے تھے۔

روم کے مضافات میں ایک قطعۂ زمین کی خریدنے، جس سے روزین بوم کو ۱۵ کروڑ ڈالر کا منافع حاصل کرنے کی امید تھی، اس کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

روم کے میونسپل کارپوریشن کے حکام نے شہر کے اطراف سبزہ اگانے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے شہر کے چاروں طرف جتنی زمین مخصوص کی گئی اس پر تعمیرات کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا اور روزین بوم کا وہ قطعۂ زمین چونکہ گرین بیلٹ میں آتا تھا اس لیے اس پر بھی کسی بھی قسم کی عمارت کی تعمیر ممنوع قرار پائی۔ روزین بوم نے اس فیصلے کو تبدیل کرانے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلے مگر ایک نہ چلی۔ اس عرصے میں اس پر قرض کا بار بڑھتا چلا گیا اور آٹھ کروڑ ڈالر تک پہنچ گیا۔ جن لوگوں کی بڑی بڑی رقوم اس بنک میں جمع تھیں انہیں اس صیہونی خزانچی کی مالی مشکلات کا علم ہو گیا، بات اخباروں تک بھی پہنچ گئی اور یوں روزین بوم کے غیر قانونی کاروبار کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

اس کے فوراً بعد ہی پیرس کا بیرن ایڈونڈ ڈی روتس چائلڈ اور اس کا دست راست سابقہ اسرائیلی امیر البحر لیمن، جو ۱۹۶۹ میں فرانس کی بندرگاہ سے ۵ گن بوٹ چرا کر کافی شہرت حاصل کر چکا ہے، مرکزی کرداروں کی حیثیت سے سامنے آئے۔

یروشلم پوسٹ نے اس موضوع پر لکھا ہے کہ روزین بوم کروڑوں ڈالر کے غیر قانونی کاروبار اور دیگر بہت سی مشتبہ کارروائیوں کے ذریعے اتنی شہرت حاصل کر چکا ہے کہ کوئی مشکل ہی سے اس عیار سرمایہ دار کی دولت کا خطرہ مول لے گا۔ یا اس کی "شہرت" پر شک کرے گا۔ یہی سبب ہے کہ اس سلسلے میں جنیوا کے تمام بینکروں نے خاموش ہی رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی عدالت نے روزین بوم کے بینک کو اپنے قرضے چکانے کے لیے ایک سال کی مہلت دی ہے قرضوں کی ادائیگی کے سلسلے میں تین اسرائیلی بینکوں، سوئٹزرلینڈ کے نجی بینکوں اور مغربی جرمنی کے ہیسی شے لینڈز بینک نے روزین بوم کے مالی ادارے کی ضمانت لی ہے۔

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی

مولانا حسین احمد مدنیؒ
اور
علامہ اقبالؒ

عادی مجرموں کی زبان درازیاں

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب تحریکِ پاکستان کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ان دنوں دہلی میں مسلم لیگ کا ایک جلسۂ عام تھا۔ کسی نہ کسی طرح لیگ کے مقامی رہنما، مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت کو جلسہ میں لے آئے خوب دھواں دھار تقریریں ہوئیں تقریباً تمام یاوہ گو مقرروں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلاف انتہائی گندی زبان استعمال کی اور اس طرح اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔

یہی ان کا سرمایہ تھا اور شائد وہ اس کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ ان کا خلاصۂ بیان اس پر ختم ہوتا کہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ نہیں، مولانا محمد الیاسؒ ہیں اور ان کی تعریف میں دو چار زور دار کلمات کہ کر اپنی تقریر ختم کر دیتے۔ آخر میں مولانا محمد الیاسؒ نے خطاب کیا اور چند کلمات کہ کر اپنی تقریر ختم فرما دی۔ مولانا نے فرمایا :

> ”مولانا حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالا ہے۔ اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش برداری کرتا، لیکن میں ان کی ذات کے خلاف کوئی کلمہ اپنی زبان پر لاکر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا کیونکہ میں اللہ کے نزدیک ان کے مرتبے سے آگاہ ہوں ۔

اس قسم کا حوصلہ وہی نوجوان کر سکتے ہیں جو حسین احمد مدنیؒ کے درجہ و مقام سے واقف نہیں ہیں اور نہ قرآنی اخلاق کے اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں “

مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن مولانا مدنیؒ نے ان کی طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے انہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا اور ان کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کے حلقۂ سیاست میں شیخ الاسلام تھے۔ ان کا مرتبہ و مقام ڈھکا چھپا نہیں۔ جب کبھی ان سے مولانا مدنیؒ کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے عموماً یہی کہا کہ :

”مدنیؒ صداقتِ اسلام کی دلیل ہیں “

حضرت مفتی محمد شفیع بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں اور زمانۂ دیوبند سے مسلم لیگ کے طرف دار ہیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان کی خدمت کی ہے۔ ان سے پوچھیے کہ مدنیؒ غیرتِ اسلام کی دلیل تھے اور فقر اسلام کا نمونہ یا ملّتِ اسلامیہ کے غدار تھے؟ اور ہندو کے اجیر؟

ہم مولانا احتشام الحق تھانوی کو دین کی بجائے دنیا کا انسان سمجھتے ہیں۔ ان میں واعظانہ خوبیوں کے باوجود کسی حکومت سے ٹکراؤ کا حوصلہ نہیں ہے۔ وہ سیاسی اقتدار کے انسان ہیں۔ ان سے دریافت کر لیجیے کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ آیات الٰہی میں سے تھے یا نہرو کے ایجنٹ تھے؟

جن دوستوں نے ”چٹان“ کو لگاتار اپنے مطالعہ میں رکھا ہے انہیں یاد ہوگا کہ ہم نے دس پندرہ سال پہلے جالندھر کے ایک راسخ العقیدہ لیگی نوجوان ڈاکٹر مولوی محمد اکرام الحق مرحوم کی زندگی میں ان کی اس روایت کو لکھا تھا کہ مولانا مدنیؒ جالندھر اسٹیشن سے ٹرین میں جا رہے تھے تو لیگ کے دو نوجوان ان کے ڈبے میں گھس گئے۔ ایک نے مولانا مدنیؒ کی داڑھی پکڑ لی دوسرے نے اس پر تھوکا۔ مولانا مدنیؒ نے آہ تک نہ کی۔ جب یہ روایت ان نوجوانوں نے جالندھر مسلم لیگ کے صدر مولانا عظامی کو سنائی تو مولانا عظامی نے ان نوجوانوں سے کہا بڑ ہانک رہے ہو یا واقعی تم نے ایسا کیا اور اس پر فخر کر رہے ہو؟ جب دونوں نوجوانوں نے تصدیق کی کہ فی الواقع وہ یہ کر آئے ہیں تو مولانا عظامی نے کہا کہ اپنے ربّ سے معافی مانگو۔ مدنیؒ اہل اللہ میں سے ہے۔ اس نے مدتوں روضۂ رسولؐ کی پلکوں سے جاروب کشی کی اور آستانہ

اقدس کے سامنے بیٹھ کر حدیث پڑھاتی ہے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مدنیؒ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ پانی میں ڈوب جائیں گے یا انہیں آگ چاٹ لے گی۔ ڈاکٹر اکرام الحق راوی تھے کہ ان دو نوجوانوں میں سے ایک تقسیم کے وقت دریائے بیاس کی نذر ہو گیا۔ دوسرا پاکستان میں آکر پولیس کی معرفت ایک لیگی لیڈر ہی کے ہاتھوں آگ کی بھٹی میں پھینک دیا گیا اور بھسم ہو گیا۔

یہ اتنی واضح اور بین شہادتیں ہیں کہ اس کے بعد اگر کوئی بدکردار اور بدقماش قلمکار مولانا مدنیؒ کی شان میں گستاخی کرتا اور قاید اعظمؒ کی آڑ لے کر انہیں یا ان کے ساتھیوں کو اجیر علماء لکھتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بدبخت انسان ہے اور اسے اپنے نفس کی غلاظتوں پر ساری دنیا کا قیاس ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ چراغ مصطفویؐ پہ شرارِ بولہبی نے ہمیشہ رکیک حملے کیے ہیں۔

جو لوگ اپنے دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوں وہ اس قسم کی باتیں نہیں کرتے۔ اس ژاژخائی کا حوصلہ صرف انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جنہیں اپنے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ ٹھنی کا پتہ ہیں ؟۔

آج دنیا میں نہ قائد اعظم رہے نہ علامہ اقبال نہ مولانا حسین احمد مدنی اور نہ مولانا ابوالکلام آزاد۔ پرانی بساط تمام تر لپیٹ چکی ہے۔ اب ان سب کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، لیکن ان اکابر کی موت کو سالہا سال گذر جانے کے بعد بھی جو لوگ ایک کی آڑ میں دوسرے کو برا کہتے ہیں وہ بہرحال انسان نہیں ہیں۔ گو اس قوم کے افراد گنے چنے ہی ہیں۔ مثلاً صحافیوں میں قادیانی امت کے دسترخوان کا ایک ظلہ ربا تن تنہا اس طرز کا ہذیان بکنے میں پیش پیش ہے اور اکثر و بیشتر آڑ یہ لی جاتی ہے کہ علامہ اقبالؒ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے متعلق درج ذیل قطعہ لکھا تھا۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی است
بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اشعار بالا ارمغان حجاز کے آخر میں درج ہیں۔ علامہ اقبال نے ۲۱ / اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال فرمایا ارمغان حجاز نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی اگر علامہ اقبال زندہ ہوتے تو یہ اشعار اس میں کبھی نہ ہوتے۔

علامہ اقبال کی شخصیات کی مدح و قدح سے بلند و بالا تھے اور عمر کے آخری دور میں یہ چیزیں ان کے تصور ہی سے عنقا ہو چکی تھیں انہوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ خارج کر دیئے۔

اگر مرتبین اتنے ہی دیانتدار تھے تو انہیں کم سے کم مولانا محمد علی جوہر کا مرثیہ ارمغان میں ضرور شامل کرنا چاہیے تھا جو ایک روزنامے ہی کے صفحۂ اوّل پر شائع ہوا اور ملک کے تمام اخباروں نے نقل کیا اور شائد کوئی دوسرا مرثیہ اس پلے کا نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو وقتی سیاست کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اور علامہ اقبال ہی کے قلم سے نکلی ہیں۔ مثلاً حضرت علامہ نے علی برادران کی رہائی پر جو اشعار لکھے جو مسلم لیگ کے اجلاس عام منعقدہ امرتسر میں پڑھ کر سنائے، لیکن بانگِ درا میں جب کہ ان کا ابتدائی دور تھا شائع کیے تو علی برادران کا ذکر نہ کیا۔ اس طرح مہاتما گاندھی کی تعریف میں چھ اشعار لکھے جس میں انہیں مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا سے مخاطب کیا۔ وہ اشعار ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء کے زمیندار میں چھپ چکے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری ایام میں قائد اعظم کے ساتھ تھے، لیکن ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کے زمیندار میں محمد علی جناح سے بھی پانچ شعروں میں چٹکی لی۔

اس طرح پہلی جنگ عظیم میں علامہ نے دہلی کی وار کانفرنس میں نو بند کی ایک مسدس لکھ کر سنائی جس میں شہنشاہ انگلستان سے متعلق دو بند قصیدے کا انتہائی غلو رکھتے ہیں۔

جب یہ تمام نظمیں شاعرانہ محاسن کے باوجود علامہ نے اپنے کسی مجموعہ میں شامل نہیں کیں تو مولانا حسین احمد سے متعلق تین اشعار کا ارمغان حجاز میں شامل کیے جانا فی الواقعہ سیاسی بدمذاقی اور ذہنی حادثہ ہے۔

اس صورت میں یہ اشعار اور بھی افسوسناک معلوم ہو رہے ہیں کہ علامہ اقبال نے جس خبر سے متاثر ہو کر یہ اشعار لکھے تھے اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی روزنامہ "احسان" میں اس مطلب کا ایک خط چھپوا دیا کہ مجھ کو اس صراحت کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

(ملاحظہ ہو انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار پیش لفظ جناب ممتاز حسن سابق فنانس سیکرٹری حکومت پاکستان۔ شائع کردہ اقبال اکیڈیمی کراچی)

علامہ اقبال نے جناب طالوت کو ایک خط میں لکھا کہ وہ مولانا مدنی کی تصحیح کے بعد اپنے اشعار کی تلخی کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

اس حقیقت کشائی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا زبان دراز مولانا مدنی اور ان کے رفقا پر نشتر زنی کرتا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ پاکستان کی فضا سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ قائد اعظم اور علامہ اقبال کی روحوں کو بھی صدمہ پہونچانے کا مرتکب ہوتا ہے اس قسم کے غلط کار لوگ پاکستان میں غالباً یہ تصور کیے بیٹھے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ سر انجام دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔

(بشکریہ ہفت روزہ چٹان لاہور)

محمود عارف - لاہور

کیا اسلامی تعزیرات وحشیانہ ہیں؟

موجودہ دور میں دنیا کے بیشتر ممالک کئی قسم کے بحرانوں کا شکار ہیں۔ کسی ملک کی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہے اور کسی حکومت کی معاشیات دائرہ ضبط و اختیار سے باہر ہیں۔ معاشرتی برائیاں اخلاقی تنزل اس سے فزوں ہے۔ شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جسے اپنی معاشرتی خرابیوں کا شکوہ نہ ہو۔ ورنہ تقریباً دنیا کے ہر حصے کی حالت ایسی ہے کہ اس پر کوئی بھی صاحبِ دل اطمینان کا اظہار نہیں کر سکتا۔ چوری ڈکیتی کی وارداتیں روزمرہ کی باتیں بن چکی ہیں دن دھاڑے اور برسرِ عام قتل و خونریزی ایک عام سی بات ہے، بے حیائی، فحاشی و عریانی کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اخبارات میں ان خبروں کے سوا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوتا۔ انسانیت کی بے حرمتی کا یہ تماشا شائد آسمان نے پہلی مرتبہ دیکھا ہوگا۔؟ بہیمیت و درندگی کی یہ جھلک شاید اس آب و تاب سے پہلے کبھی رونما نہ ہوئی ہو۔

اس کا ذمہ دار کون؟

اس صورت حال کا ذمہ دار کون ہے؟ کس نے ملکوں کو اس درجہ ابتر اور وحشت و بربریت کا محل بنا دیا ہے؟ یقیناً یہ سب کچھ اس غلط قیادت کا نتیجہ ہے جو مغرب کی تقلید میں ہر ملک اور ہر قوم پر مسلط ہے۔ یا یوں کہیے کہ اس کا سبب مغرب کی وہ ابوالہول قسم کی شخصیتیں ہیں جنہوں نے انسان کو ظاہری طور پر مسلح کرنے میں تو کمی نہیں کی مگر باطنی اور روحانی دنیا کو اپنی تاخت و تاراج سے بالکل ویران کر دیا ہے نتیجہ معلوم! کہ آج کا انسان گو ظاہری شان و شوکت، قوت و حشمت میں کتنا ہی کیوں نہ بڑھ جائے، مگر باطن میں وہی خالی ڈھول کی مانند ہے جس میں ذرا سی پھونک اسے اپنی حیثیت سے تنزل کر کے حیوانیت کی سطح پر کھینچ لاتی ہے۔

اس صورت حال کا علاج کیا ہے کیا کوئی نظام یا آئین ہمیں اس عالمی بحران سے نجات دلا سکتا ہے؟

نجات دہندہ

حیرانی کی کونسی بات ہے۔ دنیا میں ایسا نظام اور آئین موجود ہے جو انسان کا بُرے سے برے وقت میں رفیق و غم گسار بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جس میں اتنی استعداد موجود ہے کہ موجُودہ دَور میں انسان کو نہ صرف اس کی اقتصادی و معاشی ضروریات ہی کی بہم رسانی کا ذمہ دار بنے، بلکہ ہر اس برائی اور خرابی سے جس میں کہ وہ اس وقت مبتلا ہے نجات دینے کا ضامن بن سکتا ہے۔ وہ آج بھی انسانیت کے لیے فلاح و بہبود، اصلاح و ترقی کا پیغام لیے دنیا کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔

جانتے ہو یہ کونسا نظام ہے؟ یہ وہی نظام اور آئین ہے جسے اس ذات نے تشکیل دیا ہے جو دانا بینا اور زندہ و قیوم ہے۔ اسے بنانے میں گو دنیا کی کسی پارلیمنٹ نے کوئی حصہ نہیں لیا، مگر اسے ایک ایسی ذات نے بنایا ہے جس نے خود پارلیمنٹ کے ارکان اور ممبران کی تخلیق کی تھی اور انہیں خلعت وجود بخشا۔ یعنی وہی آئین جسے آئین اسلامی کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے اس لا علاج مرض کی دوا جس میں کہ وہ اب مبتلا ہے۔ **صرف ایک ہی ہے** اور وہ یہ کہ دنیا کے ہر خطے میں قانون اسلامی کا نفاذ ہو جائے تو۔

آپ دیکھیں گے کہ دنیا کا وہ درخت جو خشک ہو کر گرنے کے قریب تھا دوبارہ سرسبز و شاداب ہو کر پھل دینے لگا ہے۔ دنیا کے وہ حصّے جو ظاہری اور باطنی بیماریوں سے ناسوَر کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ اب نہ صرف یہ کہ شفایاب ہو چکے ہیں، بلکہ دردمندوں کی دوا بن گئے ہیں۔

دور جدید کے "روشن خیالوں" کا سب سے بڑا اور قوی ترین اعتراض اسلامی قانون پر یہ ہے کہ اسلامی تعزیرات یعنی قانونِ اسلامی کی وہ دفعات جنہیں حدُود سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ وحشیانہ ہیں۔ اس لیے دور جدید کا "حضرت انسان" ان کا کسی طرح بھی متحمّل نہیں ہو سکتا۔

آئین جرم و سزا

آیئے ہم دیکھیں کہ ان کے مقولے میں کہاں تک صداقت ہے؟

جہاں تک تعزیرات میں وحشیانہ پن کے سوال کا تعلق ہے تو اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ درج ذیل دفعات ملاحظہ فرمایئے اور غور کیجئے:

۱۔ چوری جس کی سزا یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ (سورۃ مائدہ آیتہ ۳۸)

۲۔ ڈاکہ زنی کے ساتھ قتل۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

(سورۃ مائدہ آیتہ ۳۳)

۳۔ زنا: اگر شادی شدہ سے یہ حرکت ہو تو اسے سنگسار کر دیا جائے اور غیر شادی شدہ کو ۱۰۰ درّے (کوڑے) لگائے جائیں۔

سورۃ نور آیت ۲

۴۔ جھوٹی تہمت لگانے والے کو ۸۰ درّے لگائے جائیں (سورۃ نور آیت ۴)

اسلامی قانون کے دامن میں جو پھول انسانی تذہیب و تزئین کے لیے تھے افسوس کہ کم علموں نے انہیں کانٹے سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات جنہیں "روشن خیال" وحشیانہ قرار دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ وحشیانہ نہیں، ہاں! وحشت اور بربریت کو دُور ضرور کر دیتی ہیں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے نفاذ سے وحشت کا کھوٹ کافور ہو جاتا ہے، لیکن قبل اس سے کہ ہم ان تعزیرات میں تفصیلی گفتگو کریں آیئے سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ کسی کو سزا دینے سے مقصد کیا ہوتا ہے۔ یعنی کسی کو آخر کیوں سزا دی جاتی ہے؟

آیا سزا دہی کی غرض و غایت یہی ہے کہ مجرم دوبارہ بھی اس جرم کا ارتکاب کرے؟ یا یہ کہ مجرم اپنے جرم کے تصور ہی سے کانپ اٹھے اور مستقبل میں دنیا اس کے شر سے پوری طرح نجات پائے؟

سزا دینے کی غرض کیا ہے؟

یقیناً سزا دینے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ملک اور قوم کو جرائم سے بچایا جائے۔ اس لیے سزا میں جرم کی نوعیت کے ساتھ ساتھ اس بات کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے کہ اس قانون سے جرائم کی روک تھام ہو سکے اور اس سے عام لوگ عبرت پکڑ سکیں۔

تو بنا بریں تعزیرات کی دنیا میں صرف دو باتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ اس جرم کی نوعیت کیا ہے۔ اگر جرم کی نوعیت ایسی ہو کہ اس سے نہ صرف یہ کہ شخصی و قبائلی زندگی متاثر ہوتی ہو، بلکہ اس سے پوری قوم اور ملک کی وحدت و سالمیت کو خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں ایسے مجرم کیلیے بڑی سے بڑی سزا تجویز کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے دنیا کے کسی آئین میں باغی کے لیے کوئی رحم نہیں مل سکتا۔ دنیا کی کسی بھی قوم کے نزدیک بغاوت کا جرم قابل معافی نہیں سمجھا جاتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس جرم نے پوری قوم اور ملک کی وحدت و سالمیت کو ڈگمگا دیا۔

اور دوسرے نمبر پر آئین میں جو چیز ملحوظ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جرم کی سزا ایسی ہونی چاہیے جس سے اس جرم کی پوری طرح سے روک تھام ہو سکے اور اس سزا سے دیکھنے اور سننے والوں کو عبرت اور بصیرت حاصل ہو۔

موجودہ دُور کے آئین

لیکن موجودہ دُور کے آئین کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس کی بنا پر یا تو سرے سے مجرم گرفت ہی میں نہیں آسکتا۔ بالفرض آ بھی جائے تو اسے جو سزا دی جاتی ہے وہ اس جرم کی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی پست درجہ رکھتی ہے جو مجرم کی مجرمانہ ذہنیت کو لگام دینے کی بجائے مہمیز کا کام دیتی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ موجودہ دُور میں جرائم کے سب سے بڑے اڈے اور مرکزی جیل خانے ہیں جو کہ نہ صرف مجرمانہ ذہنیت کی عمدہ پناہ گاہیں ثابت ہوتی ہیں بلکہ وہ جرائم کے ایسے اسکول ہیں جو اس ذہنیت کی علمی و عملی رہنمائی کرتے ہیں۔

نتیجہ معلوم! حکومت کی ہزار کوششوں کے باوجود جرائم اور جرائم پیشہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ تو ہوتا ہے کمی نہیں ہوتی۔ جیل خانے سے پہلے مجرم اپنے دل میں ندامت بے رحم کے جذبات محسوس کرے تو ممکن، مگر اس عملی تجربہ گاہ میں جانے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ اس کے دل میں کبھی رحم کے جذبات ابھر سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ قتل و ڈکیتی کی وارداتیں روز مرہ کا معمول بن چکی ہیں اور اس قسم کے واقعات کوئی انوکھی بات نہیں رہ گئے۔

ان حالات میں غیر اسلامی آئین کی خرابی کے بارے میں کیا شبہہ رہ جاتا ہے اور اس کے قانونی سقم کے معاملے میں بھلا کیا شک رہ جاتا ہے؟

لیکن وہ قانون جسے روشن خیال "وحشیانہ" قرار دیتے ہیں وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی سزائیں ان اصول و ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دی جاتی ہیں۔

اسلام میں سزا دینے کی غرض

مطلب یہ ہے کہ شریعتِ طیبہ میں جو حدود یعنی سزائیں تجویز کی گئی ہیں وہ جرائم کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہیں جو جرم کی نوعیت ہوگی سزا کی بھی وہی نوعیت ہوگی۔ جیسا جرم ہوگا سزا بھی ویسی ہی ہوگی۔

آپ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ سزائیں وحشیانہ

باقی صـ ۱۲ پر

عین - ح
نے لکھا

امریکی اسلحہ اور امریکی گندم

دنیا کے سب سے زیادہ “خدا ترس” اور استحصال کی چکی میں پسنے والی مظلوم اقوام کے “سرپرست” ملک امریکہ، نے پاکستان و ہندوستان کو اسلحہ کی ترسیل دوبارہ شروع کر دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اسلحہ کی سپلائی پر پابندی اور بحالی کے لئے ہمارا دوست ملک امریکہ کئی بار “امن کی خاطر” “ویٹو” کی زبردست طاقت استعمال کر چکا ہے۔ یہ وہی امریکہ ہے جو کبھی بھی محکوم اقوام کا ساتھی نہ بنا۔ اس نے کبھی بھی غلامی کی چکی میں پسنے والی اقوام کو آزادی کی فضا میں سانس لیتے دیکھنا پسند نہ کیا۔ ہمیشہ سے اس کی کوشش رہی ہے کہ اس کی چودھراہٹ کا تقدس مظلوموں میں برقرار رہے۔ اسی لئے اپنے “بڑا” ہونے کی وجہ سے دنیا کے ہر میدان میں وہ حالات کے دھارے کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنا چاہتا ہے۔

* * *

ماضی قریب میں امریکہ کے ساتھ ساتھ اُس کے ہر حلیف ملک کو بھی دنیا کے بیشتر ممالک کی طرح پاکستان سمیت ہر جگہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پاکستان کے سیٹو، سنٹو اور اسی قبیل کے دوسرے چھوٹے چھوٹے معاہدوں میں منسلک ہونے کی وجہ سے پاکستان کے اندر ترقی پسند عوام میں پاکستان کی خارجہ پالیسی پر زبردست نکتہ چینی کی جاتی رہی۔ عوام کے ایک حلقے کے مطابق، مشرقی پاکستان کے پچپن ہزار مربع میل وسیع علاقے اور سات کروڑ مسلمان عوام کو ہم سے جدا کرنے ایک بڑا سبب امریکہ سے ہماری غیر ضروری قربت، اور چین وغیرہ سے “ایک سازش” کے تحت ہماری درپردہ یا علانیہ دشمنی کو بہت زیادہ دخل ہے۔

* * *

امریکہ جیسا طاقتور ملک، کسی کمزور، اور غیر ایٹمی طاقت میں غیر معمولی دلچسپی لینا شروع کر دے تو ہمارے ذہن میں فوراً “ایک موہوم سے خطرے” کی گھنٹی بجنے لگتی ہے کہ اب اس ملک کے دن بھی گنے جا چکے ہیں۔

* * *

جہاں وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی صاحب کے دورۂ امریکہ کے “نتیجے” میں پاکستان کو اسلحہ دینے کا اعلان کیا گیا، وہاں پاکستان کو چھ کروڑ اڑسٹھ لاکھ ڈالر کی امریکی گندم بھی دینے کے سلسلے میں ایک سمجھوتے پر دستخط ہوتے ہیں۔ “سرکاری اعلان کے مطابق” یہ امرِ قابل ذکر ہے کہ پاکستان نے پی ایل ۴۸۰ کے ذریعہ حاصل ہوتے والی امداد کے علاوہ تجارتی بنیادوں پر بھی امریکہ اور دوسرے ملکوں سے بھی خاصی مقداریں گندم حاصل کی ہے تاکہ عوام کو مناسب مقدار میں اناج ملتا رہے۔

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی،
(۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء)

ماشاء اللہ! عوام کا کس قدر خیال کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کو راشن کارڈ کے ذریعہ تقریباً تین چھٹانک آٹا فی یوم کے حساب سے دینے کے بعد بھی کس قدر ڈھٹائی سے عوام کی خدمت کرنے کے دعوے کئے جا رہے ہیں۔

* * *

ہم یہاں موجود ہیں “عوامی حکومت” کے ایک “عظیم ستون” اپنے وقت کے بہت “بڑے انقلابی دانشور” “قائد عوام” جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے دست راست، اور معتمد ساتھی، اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ (تادم تحریر) جناب محمد حنیف صاحب رامے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے “ہفت روزہ نصرت” لاہور، ۲۵ فروری ۱۹۷۰ء۔ کے اداریہ کو من وعن بلا تبصرہ، بغیر کانٹ چھانٹ (یعنی اَن سنسرڈ) شائع کرتے ہیں جو آج بھی اپنے مطالب و معانی کے لحاظ سے بالکل “نیا” “اداریہ” معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین حضرات اسے پسند فرمائیں گے، اور اندازہ لگائیں گے کہ کل کے “لیڈر” کے “زبانی بیان” اور آج کے حاکم کے “عملی کام” میں کتنا فرق ہے۔ تو لیجئے عنوان ہے۔ “امریکی اسلحہ اور امریکی گندم”۔

* * *

“پاکستانی عوام کو یاد ہو گا کہ ایک زمانے میں امریکہ اپنی فالتو گندم سمندر میں ڈبو دیتا تھا۔ امریکہ میں زراعت اتنی ترقی کر گئی ہے کہ اگر پوری زرعی پیداوار منڈی میں آجائے تو قیمتیں اس قدر گر جاتی ہیں کہ زراعت پیشہ آبادی کو خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ اپنی زراعت پیشہ آبادی کو مطمئن رکھنے کے لئے فالتو پیداوار سرکاری طور خرید لیتا ہے۔

قیمتوں کو مناسب سطح پر رکھنے کے لئے پہلے وہ اس پیداوار کو ضائع کر دیتا تھا۔ لیکن پھر اس کو یہ سوجھی کہ اس نے یہ فالتو اناج پسماندہ ملکوں کو بطور تحفہ دینا شروع کر دیا جو اپنی غذائی ضرورت

خود پوری نہیں کر سکتے تھے۔ اس تحفہ کے ساتھ سرکاری اثر و رسوخ خریدا جاتا تھا۔ لیکن جب ان پسماندہ ملکوں کو اس خیرات کی عادت سی پڑ گئی، تو امریکہ نے اپنے اس فالتو اناج کی قیمت میں اضافہ کر دیا۔ اب سیاسی اثر و رسوخ کے ساتھ ساتھ ان پسماندہ ملکوں کی مقامی کرنسی میں قیمت کا کچھ حصہ وصول کیا جانے لگا۔ آخر میں یہ قیمت اور بڑھا دی اور لوکل کرنسی کے ساتھ ساتھ زرمبادلہ بھی شامل کر لیا گیا۔

وہ اناج جسے امریکہ ضائع کرنے پر مجبور تھا اب وہ روپیہ بھی پیدا کر رہا ہے اور اثر و رسوخ بھی۔ اناج کی اس امداد کا نام پی، ایل ۴۸۰ ہے اور ایک اندازے کے مطابق اس وقت اس سکیم کے تحت امریکہ کے پاس پاکستان کی کل کرنسی کا پانچواں حصہ موجود ہے جسے وہ ہماری معیشت کو نہایت ہی آسانی کے ساتھ تہ و بالا کرنے کے لئے جب وہ چاہے مارکیٹ سے کھینچ سکتا ہے یا مارکیٹ میں پھینک سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس عظیم رقم کے ذریعہ ہماری سیاسی زندگی میں جس قدر چاہے دخل انداز ہو سکتا ہے، جس جماعت کو چاہے مالی امداد دے سکتا ہے، جسے چاہے بدعنوانی کی ترغیب دے سکتا ہے، اور یوں حکومتوں کے زوال اور قیام میں کھلے بندوں حصہ لے سکتا ہے۔

کیا پاکستانی عوام مل جل کر یہ نہیں کہیں گے، کہ پی ایل ۴۸۰ مردہ باد۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ رقم جو ہر سال ہم اس سکیم کے تحت اناج درآمد کرنے پر صرف کرتے ہیں اگر کڑوا گھونٹ کر کے، کسی فالتو قسم کے خرچ کو بچا کر زرعی ترقی پر صرف کر دی جائے تو پاکستان اناج کے معاملہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خود کفیل ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی کروڑوں بے کار ہاتھوں کو ان سرکاری زمینوں پر کاشت کا موقع دے دیا جائے جو صدیوں سے لہلہاتی فصلیں اگلنے کو بے تاب ہیں۔ تو اس دعوے کو ٹھوس بنیادیں مل جائیں لیکن یہ اقدامات کون کرے گا؟

سرمایہ داروں، اور جاگیرداروں کا یہ ٹولہ جو بائیس سال تک پاکستان میں حکمران رہا ہے اور اب پھر "اسلام پسندی" کے نام پر بارہ کروڑ عوام کو سامراج کے رحم و کرم پر ڈالنے کی ناپاک سازشیں کر رہا ہے، اور برسر اقتدار آنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے؟

نہیں! اس طبقے سے قوم کو کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اس کے منہ کو خون لگ چکا ہے۔ یہ تو ذاتی فائدوں کی خاطر اپنی ماؤں کو بھی بیچ کر کھا جائے گا، ملک اور قوم اس کی نظر میں کیا ہیں؟

اب سنیئے امریکی اسلحہ کی کہانی:

جس طرح امریکی حکومت اپنے ملک کے فالتو اناج کو امریکی منڈیوں میں واپس نہیں لے جا سکتی کیوں کہ اس سے اقتصادی بحران پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح وہ قانوناً مجبور ہے کہ جو اسلحہ اس نے ایک دفعہ اپنی فیکٹریوں سے خرید لیا اسے اپنی حدود میں فروخت نہیں کر سکتی۔ اس کے ساتھ ہی وہ مجبور ہے کہ اسلحہ کی فیکٹریوں کی نئی پیداوار کو خریدتی جائے، تاکہ فیکٹریاں بند نہ ہو جائیں۔

ویت نام کی جنگ میں امریکہ نے جو بے پناہ اسلحہ جھونکا تھا، وہ امریکہ واپس نہیں جا سکتا، امریکہ ویت نام سے گلوخلاصی کرا رہا ہے، اب یا تو وہ اپنی فیکٹریوں کو نیا اسلحہ بنانے سے روک دے جو فوجی اور اقتصادی دونوں اعتبار سے غلط ہے۔ اور یا وہ اس اسلحے کو ضائع کر دے، ظاہر ہے کہ یہ اسلحہ ویت نام میں ویت کانگ کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اب یا تو اسے سمندر میں پھینک دیا جائے، یا پھر فالتو اناج کی طرح کسی پسماندہ ملک کو دے کر سیاسی اثر و رسوخ کے ساتھ اس کے دام وصول کر لئے جائیں۔

چنانچہ یہی راہ اختیار کی جا رہی ہے، اور پاکستانی اخبارات یہ نوید سنا رہے ہیں کہ امریکی اسلحہ ہمیں ملنے لگا ہے۔

کیا پاکستانی عوام مل جل کر یہ نہیں کہیں گے کہ امریکی اسلحہ مردہ باد۔

حقیقت یہ ہے کہ جو رقم ہم اس اسلحہ پر خرچ کریں گے اگر ہم بعض فضولیات کو روک کر اس سے فولاد کا کارخانہ یا اسلحہ فیکٹریاں قائم کر لیں اور ساتھ ہی ساتھ عوامی فوج کے تصور کو اپنا لیں، تو ہمیں اس منحوس اسلحے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ جو پہلے تو ہمارے ایشیائی بھائیوں کے سینے چھلنی کرتا رہا ہے اور اب ہمیں سامراج کی بیڑیوں میں جکڑنے کے لئے استعمال ہو رہا ہے

امریکی گندم اور امریکی اسلحہ ہماری غیرت کو للکار رہے ہیں۔ کہ ہم آخر کب اس مملکت خداداد میں ایک غیرت مند عوامی حکومت کریں گے۔

کیا پاکستانی عوام ۱۹۷۰ء میں پھر اسی فرسودہ قیادت کو آگے آنے کی مہلت دینے کی غلطی کرنے کے متحمل ہو سکتے ہیں، جس نے اسے اس حال تک پہنچایا ہے کہ ہمارے کھانے کے لئے گندم اور چلانے کے لئے گولی امریکہ سے آتی ہے۔

بقیہ اسلامی تعزیرات

ہیں، مگر یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ جرائم بھی نہ صرف یہ کہ وحشیانہ ہیں بلکہ درندگی اور بہیمیت کا شاخسانہ بھی ہیں۔

چور نے کب رحم کیا جو اس پر رحم کیا جائے زانی نے معاشرتی برائیوں کے پھیلانے میں کب کوتاہی کی ہے جو اسے سزا دینے میں تخفیف روا رکھی جائے۔ ڈاکو نے دنیا کو ستانے میں کب غفلت برتی ہے جو اسے سزا دہی کے وقت عفو و رحم کی سفارش کی جا سکے۔

الغرض دیکھنا یہ نہیں کہ سزا کیسی ہے؟ قابل غور امر یہ ہے کہ یہ جرم کیسا ہے اور اس کی نوعیت کیا ہے۔

معاملہ صرف شخصی یا انفرادی نہیں بلکہ مسئلہ ایک قومی اور ملکی ہے۔ سزا صرف اسی شخص کو نہیں دینی بلکہ قوم اور ملک کی اس مجرمانہ ذہنیت کو دینی ہے جس کی چنگاریاں بھڑک رہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دفعات پوری تندہی سے نافذ کر دی جائیں تو سزا دینے کی بہت کم نوبت آئے گی۔ صرف ایک دو اشخاص کو سزا دینی پڑے گی۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرمانہ ذہن اس ردعمل سے کس طرح امن اور سکون کے گوشۂ عافیت میں چلا جائے گا۔

امجد علی شاکر

تلخ و شیریں

رامے صاحب نے یہ بیان دیکر عوام کو بھٹو صاحب کا دیدار کرنے کی رغبت دلائی ہے کہ وہ عوام کے مطالبات معلوم کرنے آ رہے ہیں۔ ویسے اس کام کے لیے بھٹو صاحب تکلیف نہ کریں ہم خود انہیں گھر بیٹھے بٹھائے عوام کے مطالبات بتانے کے لیے تیار ہیں۔ بھٹو صاحب کی بھی خواہ مخواہ سفر کی مشقت سے جان چھوٹے گی عوام کو بھی پولیس کے ڈنڈے کھانے پڑیں گے۔ دوسرا جلسوں میں بھٹو صاحب ہاتھوں میں جوتے دیکھ کر اس کی توجیہ مہنگائی سمجھ سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جو ذرا "عامی" ہوں اور یا وہ اپوزیشن پر ڈنڈا چلانے کے لیے پولیس اور ایف ایس۔ ایف کے تحت ملازم کئے گئے ہوں جوتوں کا مطلب غلط سمجھتے ہیں اور اسے ذم و تشنیع کا ایک طریقہ گردانتے ہیں ("عامی" کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا "عوامی" ذرا اوپر کی سطح کا منصب ہے اور آج کے دور میں یہ منصب سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو الاٹ کیا گیا ہے تاکہ وہ "عوامی" دشمنی نہ کریں اور لوگ نام کی اس نئی بوتل میں شخصیات کی پرانی شراب قبول کریں) ہاں بات ہو رہی تھی جوتوں کی اور ساتھ ہی میں نے ایف۔ ایس۔ ایف کا لفظ بھی استعمال کر دیا۔ چنانچہ قارئین کے افادہ کے لیے اس کا "عامی" ترجمہ "فی سبیل اللہ فساد" بھی بتائے دیتا ہوں۔ جوتے عوام اس لیے دکھاتے ہیں کہ ایک وہ دن تھا کہ عوام بھٹو صاحب کے دیدار کے لیے بے چین رہتے تھے اب بھٹو صاحب بے چین ہیں جس پر بھٹو صاحب کہہ سکتے ہیں۔

وہ جن پہ ترک وفا کا گمان تک بھی نہ تھا
بدل گئے کچھ ایسے کہ آشنا نہ لگیں

یہی وجہ ہے کہ بھٹو صاحب بن بلائے کئی دورے کر چکے ہیں اور عوام کو دیکھ چکے ہیں اور عوام بھی جب جلسہ گاہ میں لائے جائیں تو کچھ چھپا نہیں رکھتے اور بھٹو صاحب کو اپنے جوتوں تک کی زیارت کرا دیتے ہیں۔ لائے جائیں کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ عوام کے جلسہ گاہ میں آنے کا سبب دل کی تحریک نہیں ہوتی "عوامیوں" کا حکم اور پولیس کا آرڈر ہوتا ہے اس سلسلے میں کچھ اور بھی باتیں کرنی تھیں۔ انہیں آئندہ ملاقات تک ملتوی کرتے ہیں کیونکہ اسراف بہر حال اچھی چیز نہیں۔

◆

کھر صاحب جو آئے ہیں تو ہر جانب سے خیر مقدم کے ڈونگرے برس رہے ہیں۔ یہی ڈونگرے اسی تب و تاب ساز اور آواز کے ساتھ ان کی رخصتی پر بھی برسے تھے گویا ان ڈونگرے بجانے والوں کا پیشہ ہی یہی ہے انہیں کسی شخص سے کوئی تعلق نہیں۔ مدحت سرائی مقصد ہے صاحب اقتدار چاہے کوئی ہو۔ محمل سے غرض ہے لیلیٰ محمل سے غرض نہیں۔ یہ لوگ اس سلسلے میں ان بھانڈوں سے ہرگز کمتر نہیں جو ہر کامیاب کو مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ اس کی آمد کے لیے دعائیں مانگنے کی خبر بھی دیتے ہیں اور یہی خبر دوسرے کی کامیابی کی صورت میں اسے بھی دی جا سکتی ہے

◆

خان قیوم خان جو ماشاء اللہ بھٹو صاحب سے ڈبل بیرل خان اور دوسرے متعدد خوش کن القابات و خطاب حاصل کر چکنے کے بعد وزارت داخلہ صرف اس چیز کے بدلے حاصل کر چکے ہیں جو ان کی نہیں یعنی وہ چھوٹی سی چیز جو دکھائی نہیں دیتی جو ضمیر کہلاتی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ ثابت کریں کہ صوبہ سرحد میں لاٹھی چارج کا کوئی ایک واقعہ بھی پیش آیا یا کسی ایک پٹھان کو تھپڑ بھی لگایا گیا اگر اس فقرے سے "بھی" کے الفاظ ساقط کر دیئے جائیں تو ان کے چیلنج کا جواب ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم لوگ جو کام کرتے ہیں ٹھوک کے حساب سے کرتے ہیں۔ ؎

یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

اس صورت میں لاٹھی چارج کے واقعات ایک کی بجائے متعدد حالتوں میں وقوع پذیر ہوئے ہیں لہذا ایک واقعہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکے گا۔ بلکہ ہمارے ہاں ان واقعات کا ظہور و وقوع اس قدر کثیر تعداد میں ہوتا ہے کہ بعض لوگ جناب بھٹو صاحب کی حکومت کو اس سلسلے کی عالمی چیمپئن شپ دلوانے کا سوچ رہے ہیں۔ تھپڑ اور لاٹھی چارج کے واقعات تو خیر معمولی بات ہے اور ہماری حکومت کے شایان شان نہیں کیونکہ ؎

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

یہی وجہ ہے کہ گولیاں اور اسلحہ وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے اور حزب اختلاف والوں کو زندہ رہ کر مصائب و آلام برداشت کرنے کی بجائے قید بند سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔

◆

ہمارے ملک میں ایک اور ہتھیار بھی استعمال ہوتا ہے جو سمجھ دار لوگوں کے نزدیک عورتوں کے استعمال کی چیز ہے لیکن چونکہ دور حاضر میں مردوں نے

باقی ص ۱۶ پر

رپورٹنگ عمیر الہاشمی

۱۲؍ مارچ ۱۹۷۵ء

حضرت مفتی صاحب کا

اپوزیشن کے پارلیمانی کنونشن میں خطاب

محترم حاضرین ! سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنی مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس اہم کام کے لئے وقت نکالا ۔

جہاں تک اپوزیشن پارٹیوں کے کردار کا تعلق ہے وہ مجھ سے پیشتر مقرر نے بیان کر دیا ہے ۔ اس وقت تکلیف دینے کا مقصد یہ ہے کہ جب اسمبلی اور سینٹ میں محاذ کے فیصلے کے مطابق بائیکاٹ ہوا ، پنجاب اور سندھ اسمبلی نے بھی بائیکاٹ کا اعلان کیا ۔ اس وقت ہمارے ساتھ اس سلسلہ میں حکومت نے مذاکرات کیئے ۔ کیوں کہ اس بائیکاٹ میں آپ حضرات ایک مقام رکھتے ہیں ، آپ کا ایک کردار ہے ، اس لئے ضروری ہے کہ تمام صورتِ حال اور مذاکرات آپ کے سامنے رکھے جائیں اور پھر آپ سے فیصلہ لیا جائے کہ کیا کرنا ہے ۔

محترم حضرات !

شروع سے ہی "عوامی حکومت" کا یہ رویہ رہا ہے کہ جب بھی وہ ہمیں بائیکاٹ پر مجبور کرتی ہے ، تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتی ہے کہ عوام نے ان لوگوں کو اسمبلی میں جانے اور مسائل پر بحث کرنے کے لئے منتخب کیا تھا ، بائیکاٹ کے لئے نہیں ۔

لیکن اگر آپ غور کریں تو سب سے پہلے ۱۹۷۱ء میں اسمبلی کا بائیکاٹ ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا ۔ ہمارا بائیکاٹ پاکستان کے مفاد میں ہے جب کہ ان کا بائیکاٹ پاکستان کے مفاد میں نہیں تھا ۔ ان کے بائیکاٹ سے پاکستان دولخت ہو گیا ، جب کہ ہمارے بائیکاٹ سے کوئی بہتر صورت ہی پیدا ہو گی ۔

یہ تاریخ پاکستان ہی میں نہیں بلکہ جمہوری ممالک کے پارلیمانی تاریخ میں واحد مثال ہے حکومت کو اس سے اثر لینا چاہیے تھا لیکن اس کے بجائے انہوں نے خوش آمدید کہا ۔ پنجاب اسمبلی نے ایک ہی دن میں چھتیس بل پاس کیئے ۔ انہوں نے موقع کو غنیمت جان کر سال کا کام ایک ہی دن میں کر دیا ۔

میں نے آج اخبارات میں پڑھا ہے کہ بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک پارٹی کی حکومت نہیں بنے گی ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عملاً یہاں ایک پارٹی کی حکومت چل رہی ہے

اپوزیشن اگر اسمبلی میں نہ ہو تو اسکو یک جماعتی حکومت ہی کہا جاتا ہے ۔

شیخ مجیب نادان ہے کہ اس نے اپنے آپ کو بدنام کرنے کے لئے اس کا اعلان کیا ، بھٹو صاحب نے اپوزیشن کے بائیکاٹ کو خوش آمدید کہہ کر بغیر اعلان کیئے یک جماعتی نظام قائم کیا ہوا ہے ۔

انہوں نے اپنے ترجمان جناب پیرزادہ کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کیا ۔ بائیکاٹ ختم کرنے کے لئے بلایا ۔ ہم نے واضح طور پر بتا دیا کہ ہم جمہوری محاذ کی ہدایات کے بغیر کوئی بات چیت نہیں کر سکتے اس لئے موقع دیں کہ محاذ سے ہدایات لے سکیں ۔

چنانچہ ۶؍ مارچ کو محاذ کی کمیٹی کا اجلاس تھا ہم نے ۵؍ مارچ کے مذاکرات تفصیلات سے محاذ کے سامنے پیش کیئے ۔ مذاکرات کی تفصیل کا تو آپ حضرات کو علم ہے ۔ بنیادی طور پر انہوں نے کہا کہ ۶؍ فروری کے معاہدے سے بات چیت شروع کرتے ہیں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ۔ اور اگر مری مذاکرات سے بات شروع کرنا ہے تو ہم پھر بھی تیار ہیں ۔

ہم نے کہا کہ اگر ۶؍ فروری کے معاہدے سے بات کرنی ہے تو صرف اسمبلی کے بائیکاٹ تک محدود ہو گی ، میں نے اسمبلی میں کہا تھا کہ تم نے ۶؍ فروری کے معاہدے کی خلاف ورزی کی ۔ اگر تم ۶؍ فروری کے معاہدے کو تسلیم کرتے ہو اور عمل کرتے ہو تو بائیکاٹ ختم ہو جاتا ہے اور اگر مری مذاکرات سے بات شروع کرنی ہے تو پھر ملک کی مجموعی سیاست پر بات ہو گی ۔ جون ۱۹۷۳ء میں جمعیت و نیپ کے نمائندگان سے گفتگو ہوئی تھی ۔ اس میں طے ہوا تھا کہ سرحد اور بلوچستان میں حسب سابق مخلوط حکومت ہو اور پیپلز پارٹی کو شامل کیا جائے ، جب کہ مرکز میں بھی جمعیت اور نیپ کے نمائندگان شامل ہوں گے ۔ لیکن کوئی فارمولا طے نہ ہوا ۔

بھٹو صاحب نے کہا کہ اب میں امریکہ جا رہا ہوں ۔ واپسی پر جولائی میں کوئی بات طے کر لی جائے گی ۔ اگلے دن تمام جماعتوں کے پارلیمانی لیڈروں سے گفتگو کی لیکن ہم نے صرف ایک بات کہی کہ فی الحال ہم کوئی ذمہ داری قبول

نہیں کر سکتے جب تک کہ ملکی حالات کو بہتر نہ بنایا جاتے ہنگامی حالات ختم کرو، سیاسی تعطل کو دور کرو، اس کے بعد بات چیت میں اکثر باتیں مان لیں، لیکن اس کے بعد حسب معمول عمل نہیں ہوا ہم نے یہی کہا کہ اگر مری مذاکرات سے شروع کرنا ہے تو تمام سیاسی مسائل زیر بحث آئیں گے۔ اور اگر ۱۰ فروری کی بات کرتے ہو تو صرف اسمبلی کے بائیکاٹ سے متعلق ہوگی بعد میں انہیں احساس ہوا کہ اگر ہم مری مذاکرات سے بات شروع کرتے ہیں تو چونکہ اس میں نیپ بھی شامل تھی جب کہ آج وہ کالعدم قرار دی جا چکی ہے۔ ان کے لیڈروں کو جیلوں میں ڈال گیا ہے، انہیں بھی رہا کرنا پڑے گا اس لئے انہوں نے یہ بات چھوڑ دی۔ ۱۰ فروری کو ہم نے ان سے جو بات کی تھی جس کو وزیر اعظم نے بھی اسمبلی میں کہا تھا کہ میرے ساتھیوں نے جو فیصلہ کیا ہے مجھے وہ منظور ہے کہ جب بھی اسمبلی میں کوئی بل آئے گا تمام پارٹیوں سے مشورہ کیا جائے گا۔ لیکن آئین میں ترمیمی بل گیا تو اس معاہدے کی خلاف ورزی کی گئی۔

ہمارے نظر بند ممبر، بزنجو، مینگل، مری وغیرہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے بجائے اس کے کہ وہ ہمارے پاس آتے، انہوں نے سرحد، بلوچستان کے ممبروں کو بھی گرفتار کر لیا۔

ہم نے کہا کہ ممبران اسمبلی کو واپس لاؤ چونکہ تم نے اس وقت ترمیمی بل کی وجہ سے ان کی گرفتاری کا جواز پیش کیا۔ لہذا جو بعد میں گرفتار کیے گئے ان کو اسمبلیوں میں واپس لایا جاتے۔ نیپ پر پابندی اور ان کے تمام ممبروں کی رہائی کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ ان کی بعد کے راہنماؤں کی رہائی کا مسئلہ تھا لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے باتیں بہت کچھ ہوئیں آخر میں جناب پیرزادہ نے کہا کہ جناب یہ بات میرے بس کی نہیں ہے آپ وزیر اعظم سے خود بات کریں۔

ہم نے وزیر اعظم سے بات کی ڈھائی گھنٹے تک مذاکرات ہوتے لیکن وہ تیار نہیں ہوتے ان کے پاس اپنے موقف کا کوئی جواز نہ تھا نہ ہی انہوں نے کوئی معقول جواب دیا۔ ہم نے کہا کہ ملک پولیس سٹیٹ بن چکا ہے اگر آپ نے ملک توڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ہمیں پہلے ہی بتا دو تاکہ ہم اس کے مطابق کام کر سکیں۔ کیوں کہ جس راستے پر بھٹو صاحب جا رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ پاکستان کی سالمیت کا راستہ نہیں ہے ہم نے ان کو واقعات بتائے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

آپ ہی بتائیں کہ ہمارے لئے کون سا راستہ تھا کہ ہم بائیکاٹ ختم کرتے۔ بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ اپوزیشن پارٹیوں کا راستہ غلط ہے یہ افغانستان کے سفیر ہیں حالانکہ ہم نے مطالبہ پہلے کیا تھا اور افغانستان نے بعد میں مطالبہ کیا۔

بھٹو صاحب ہمیں کہتے ہیں کہ میں اپیل کرتا ہوں کہ آپ اسمبلی میں واپس آ جائیں اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ یہ غیر ملکی ایجنٹ ہیں اگر ہم ایجنٹ ہیں تو ہمیں اسمبلی میں کیوں بلاتے ہو؟

میرے محترم دوستو! مسئلہ بالکل واضح ہے کہ افغانستان، انڈیا، چین، ہمارے بارے میں کیا کہتے ہیں، اپوزیشن کی بات کو صحیح کہتے ہیں یا غلط، حکومت کی بات کو صحیح کہتے ہیں یا غلط، اس سے بالاتر ہو کر ہم نے پاکستان نے مسائل کو دیکھنا اور سوچنا ہے اور پاکستان کو بچانا ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

نیپ کے بارے میں جو ریفرنس حکومت نے سپریم کورٹ میں دیا ہے اس میں کوئی جان نہیں ہے بلکہ خارجی دباؤ سے سپریم کورٹ کو متاثر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ مسئلہ کورٹ میں ہے اس لئے اس میں کوئی بات کرنا عدلیہ کی توہین ہے لیکن جس طرح عدلیہ کی توہین کا مرتکب ایک عام آدمی بن سکتا ہے، اسی طرح وزیر اعظم بھی، آج بھی بھٹو نے کہا ہے کہ نیپ غدار ہے ایک طرف، ایک مسئلہ عدالت میں زیر بحث آ رہا ہے جب کہ دوسری طرف حکومت کے سربراہ عدلیہ کے فیصلے سے قبل ہی اپنا فیصلہ سنا رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ بھٹو عدالت نہیں ہے اور نہ ہی قیوم عدالت ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر ہے بھی تو وہ سیاسی حریف ہیں جب تک کورٹ کا فیصلہ نہ ہو کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود فیصلے سنا دے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ شیرپاؤ کا قتل افسوسناک ہے سیاست میں تشدد کا کوئی جواز نہیں ہے ہم نے کہا کہ جب مولانا سید شمس الدین شہیدؒ، خواجہ رفیق، ڈاکٹر نذیر، عبدالصمد اچکزئی، اور نواب قصوری، کو شہید کیا گیا تو تم نے کوئی روک تھام نہیں کی تو آج اسی تشدد کا نشانہ شیرپاؤ بھی ہو گیا۔

اسمبلی کی تقریروں میں بھٹو اور کوثر نیازی نے نیپ کو ملزم قرار دیا، انہوں نے اخباری بیانات میں کہا ہم ان کی جڑ اکھاڑ دیں گے۔

شیرپاؤ کے قتل سے قبل اسی بم کے دھماکے ہوئے۔ ہم نے مطالبہ کیا لیکن آج تک ان کی تحقیقات نہ ہو سکی۔

یہ اتنے "ہوشیار" بم تھے کہ جب کسی وزیر کے گھر میں پھٹتے تو ایک چڑیا تک نہ مرتی سیف اللہ پراچہ، یوسف خٹک، اور شیرپاؤ مرحوم کے گھروں میں دھماکے ہو چکے تھے۔ جب یوسف خٹک کے گھر بم پھٹا تو مطمئن اسمبلی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ لیٹنا در نہیں گئے؟

انہوں نے کہا کہ میں نے فون پر رابطہ قائم کیا تھا معلوم ہوا کہ وہ باورچی خانہ میں پھٹا تھا جس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

بموں سے نقصان اس وقت ہوتا ہے

جب کہ کوئی دشمن چھوڑے۔ لیکن جب کوئی دوست چھوڑتا ہے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا (وزیراعظم نے کہا تھا کہ سندھ کے تنازعات میں جو کچھ ہوا ہے مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں کیوں کہ میں سوشلسٹ بھی ہوں) بم پھٹتے گئے اور نیپ کے لوگ گرفتار ہوتے گئے، وزیروں کی نوکریاں پکی ہوتی گئیں۔ اب مسئلہ تھا کہ ولی خان اور ارباب سکندر کو کیسے گرفتار کیا جائے اس کے لئے بڑے ہنگامے کی ضرورت تھی یہ قرعہ فال اس "غریب" کے نام آیا۔

میرے پاس ایک دلیل ہے وہ یہ کہ اس حادثہ کے موقعہ پر بھٹو صاحب امریکہ میں تھے اور یہ بات اخبار میں آئی ہے کہ وزیراعظم صاحب نے اپنی بیگم سے کہا کہ میرا دل گھبرا رہا ہے کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے اور جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی بیگم سے کہا کہ کیا میں نے صحیح نہیں کہا تھا کہ ضرور کچھ ہونے والا ہے۔ یا تو بھٹو صاحب ولی باکرامت ہیں کہ جنہیں آنے والے واقعات کا پہلے ہی علم ہو جاتا ہے۔ یا پھر ان کو منصوبے کے مطابق اس حادثے کی اطلاع کا انتظار تھا یہ پریشانی اور گھبراہٹ اسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب انہیں معلوم ہو۔

بھٹو صاحب کو ہم ولی نہیں مانتے لہٰذا دوسری بات ہی صحیح ہے۔

آئی جی پولیس سرحد کہتا ہے کہ قاتل گرفتار نہیں ہو سکا۔ نیپ کالعدم قرار دے دی گئی تمام راہنما گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن قاتل کیوں گرفتار نہیں ہو سکا؟ مذاکرات میں کہا گیا کہ ان لوگوں کی گرفتاریوں کا شیرپاؤ کے قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایسا نہیں تو قتل کے فوراً بعد کیوں گرفتار کیا گیا؟

حضرات! یہ ملک کے حالات ہیں یہ تمام تر ذمہ داریاں آپ نے نبھانی ہیں آخر اس ملک میں سب کے سب تو ضمیر فروش نہیں ہیں ہم، پاکستان کی سالمیت اور بقا کیلئے آخری وقت تک لڑتے رہیں گے اور پاکستان پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ تلخ و شیریں

عورتوں کا لباس اور بالوں کا ڈیزائن بھی اپنا لیا ہے اسی لیے اسے اب مرد سیاست دان استعمال کرتے ہیں جسے گالیاں کہا جاتا ہے یہ سنگ ہائے دشنام مخالفوں کے دلوں میں چھید کرنے کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہمارے "عوامیوں" کے منہ سے اس کا ورد ہوتا ہے اور اس ہتھیار کے استعمال کے لیے ریڈیو، ٹی۔ وی کے ملازموں کی زبانوں کو بھی ان کے دماغوں کے ساتھ کرایہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ زبانیں بھی یہ ہتھیار استعمال کرتی ہیں جن پر کرایہ کے لیے خالی ہے کے بورڈ چسپاں اور آویزاں ہیں۔

○

جو صاحبان کرسی اقتدار پر جلوہ فروز ہوتے رہے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو طاقت کا سرچشمہ اور ہدایت کا مرکز منوانے کی بڑی کوشش کی اس لیے انہوں نے مسلمانوں کا تعلق ان کے بزرگوں سے توڑ کر اپنے اسلاف سے قائم کرنے کی سعی کی چنانچہ ہمارے نصاب تعلیم میں ان اکابر و اسلاف علماء و صلحا اور مجاہدین آزادی کا تذکرہ موقوف کر کے انگریزوں کے ٹوڈیوں نمک خواروں ذلّہ رباؤں کو ہیرو بنانے کی جہد و سعی کی گئی۔ نتیجے کے طور پر ہماری نئی نسل ان سے ناآشنا ہوتی چلی گئی یہ اٹل بات ہے کہ حق کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اسکو مٹانے والے خود مٹ کر بھی اس کو مٹا نہ سکے۔

چونکہ بھٹو صاحب خود جس فن کے قدر شناس ہیں اور جس فن کی تحسین کے لیے اسٹیج پر بھی وہ ناچنے گانے اور اچھل کود کرتے ہیں۔ اگر اس کی جگہ ہمارے کالجوں میں اسلامیات رہے تو صاف ظاہر ہے کہ ثقافت سین سے "عوامیوں" کا تعلق قائم نہ ہو سکے گا اور نہ ہی بھٹو صاحب کے اچھل کود کی قدر و منزلت پیدا ہو سکے گی۔ اس لیے اب اسلامیات کو خارج کر کے موسیقی لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے اب اسلامیان پاکستان کو یہ بات گوارا نہیں۔ دیکھیں! اسلامیان پاکستان کامیاب ہوتے ہیں یا بھٹو صاحب کے "عوامی"۔

بقیہ

مسٹر بھٹو کا دورہ

ایس، پی دوڑے اور عوام کو لاٹھیاں مار مار کر بٹھا دیا گیا پھر تقریباً اس کے صرف دس منٹ بعد ہی دوبارہ ایسا ہنگامہ ہوا کہ جو لاٹھی چارج سے بھی نہ رک سکا اور عوام گیلریوں کو توڑ توڑ کر سٹیڈیم سے باہر جانے لگے اور وزیراعظم صاحب اپنی تقریر کو وہیں ادھوری چھوڑ کر السلام علیکم کہہ کر گاڑی میں سوار ہو کر ریسٹ ہاؤس کی جانب بھاگ گئے۔ دو بچے اس ہنگامہ کی نذر ہو گئے جو کہ نیچے دب کر شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد وزیراعظم نے ریسٹ ہاؤس میں کھلی کچہری لگائی جس میں بغیر پاس کوئی شخص بھی نہ جانے دیا گیا۔ بہرکیف راقم الحروف کسی نہ کسی طرح سے وہاں پہنچ گیا اس کھلی کچہری سے پہلے جلسہ عام میں یہ اعلان کیا گیا کہ جن لوگوں نے درخواستیں دینی ہیں وہ دفتر شکایات میں دے دیں چنانچہ جو درخواستیں وہاں جمع کی گئیں انہیں اکٹھا کر کے غائب کر دیا گیا کھلی کچہری میں اور تو کوئی خاص بات اس کے علاوہ نہیں کہ وزیراعظم نے میانوالی PPP کا شکریہ ادا کیا کہ آج تک میرا کوئی جلسہ بھی ایسا کامیاب نہیں ہوا۔ چنانچہ مندرجہ بالا کارروائی کو اگر دیکھا جائے تو میرے بزرگ یہ سمجھ لیں گے کہ اگر یہ جلسہ کامیاب ہوا ہے تو پھر میرے خیال میں پورے ملک میں اس کے جلسوں میں ہنگاموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔

زاہد الراشدی

کیا قادیانی مسئلہ حل ہو چکا ہے؟

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سرگودھا کے جلسہ عام میں ارشاد فرمایا ہے کہ قادیانی مسئلہ حل ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے ایک اخباری بیان میں اس دعویٰ کی تردید فرماتے ہوئے کہا ہے کہ اصولی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سوا ابھی تک کوئی عملی کاروائی نہیں کی گئی اور حکومت اس مسئلہ میں مسلسل ٹال مٹول کر رہی ہے۔

سات ستمبر ۷۴ء کے بعد سے اب تک کی صورت حال پر غور کیا جائے تو بھٹو صاحب کے اس بے جان دعوے کو جھٹلائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ قادیانی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر نگاہ ڈالتے ہوئے بھٹو صاحب کے اس دعوے کا جائزہ لیں۔

جہاں تک قادیانی مسئلہ کا تعلق ہے۔ اسلامیان پاکستان اور خصوصاً مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالبات اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ انہیں کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے۔

۳۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۴۔ قادیانیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں کا محاسبہ کیا جائے۔

۵۔ خدام الاحمدیہ، فرقان فورس اور دیگر نیم فوجی قادیانی تنظیموں پر پابندی لگا کر اسلحہ ضبط کیا جائے۔

۶۔ ربوہ کے اوقاف پر ملکی قانون کا عملی اطلاق کیا جائے۔

لیکن عملی دنیا میں دیکھا جائے تو سوائے اس کے کہ صرف پہلے مطالبہ کو محض اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے ان مطالبات کے ضمن میں اور کوئی عملی کاروائی نہیں ہوئی۔ بلکہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے عملی تقاضے بھی ابھی پورے نہیں کیے گئے۔

مثلاً (الف)۔ رجسٹریشن کے کاغذات اور ووٹروں کی فہرستوں میں انہیں بطور غیر مسلم لکھنے کا حکم جاری نہیں کیا گیا۔

(ب)۔ وہ قانوناً غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلامی شعائر و اصطلاحات مثلاً اذان، نماز، قرآن کریم، مسجد، امیر المؤمنین، خلیفہ وغیرہ کا استعمال حسب سابق جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ اصطلاحات و شعائر صرف اسلام اور اہل اسلام کے لیے مخصوص ہیں۔

(ج) آئین میں عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف تبلیغ کی کلی ممانعت کے باوجود قادیانی گروہ اسلام کے نام پر ملت اسلامیہ کے اجتماعی عقائد کے خلاف تبلیغ میں مصروف ہے اور ان کا لٹریچر جو سراسر ملت اسلامیہ کے لیے ناگوار اور دل آزار ہے برابر طبع و تقسیم ہو رہا ہے۔

یہ تو حال ہے اس مطالبے کا جسے پارلیمنٹ نے اصولی طور پر تسلیم کر لیا ہے اور جس کے بارے میں صرف حکومت کے ذمہ کا کام باقی رہ گیا ہے۔

باقی رہے دوسرے مطالبات تو ان کا حال بھی واضح ہے۔ قادیانیوں کا کلیدی اسامیوں سے ہٹانے کی بجائے نئے قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے۔ مثلاً حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی اطلاع کے مطابق ایبٹ آباد کے ایک معروف قادیانی عبداللہ سعید کو حال ہی میں فوج میں جرنل بنایا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے محکموں میں بھی قادیانی حضرات ابھی تک کلیدی عہدوں پر فائز ہیں

ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کی بات بھی رسمی کاروائی سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ چند رسمی اقدامات کے سوا ربوہ کو مسلمانوں کے لیے کھلا شہر بنانے کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا اور عملاً آج بھی قادیانیوں کے لیے ربوہ "مخصوص اور محفوظ سٹیٹ" کی حیثیت رکھتا ہے۔

قادیانیوں کی ملک دشمن سازشوں کو بے نقاب کرنے اور ان کا محاسبہ کرنے کی بات بھی حکمرانوں کی توجہ کی منتظر ہے اور حال ہی میں سرحد کے وزیر داخلہ حیات محمد خان شیرپاؤ کی المناک موت کے بعد سرحد کے بینہ طور پر قادیانی آئی۔ جی پولیس میاں بشیر احمد کے تبادلہ اور معاً بعد فوری برطرفی کے پس منظر سے بھی قوم کو آگاہ نہیں کیا گیا حالانکہ ملکی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی ذی شعور اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ قادیانیوں کی نیم فوجی تنظیمیں، فرقان فورس، خدام الاحمدیہ اسی طرح مسلح اور مصروف عمل ہیں اور حکومت جو پختون زلمے جیسی محب وطن تنظیم کو گوارا کرنے پر تیار نہیں۔ خدام الاحمدیہ اور فرقان فورس کی مسلح سرگرمیوں پر چپ سادھے ہوئے ہے۔

قادیانیوں کے اندرون ملک اوقاف اور بیرون ملک ملکی زر مبادلہ کے ذریعے حاصل کی جانے والی جائیدادوں کا مسئلہ بھی جوں کا توں ہے۔ اور ابھی تک اس سلسلہ میں پالیسی بھی نہیں طے کی گئی۔

باقی صـ ۱۹ پر

حق نواز خلیل

ایک قتل ایک سازش؟

شہید نمبر کی وجہ یہ مضمون تاخیر سے شائع ہو رہا ہے (ادارہ)

حیات محمد خان شیرپاؤ کا قتل بھٹو شاہی کا اٹھائیسواں سیاسی قتل ہے۔ ۸ فروری شام پشاور یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی ایک تقریب میں دھماکہ ہوا۔ ہسٹری ہال دھوئیں سے بھر گیا۔ ایک قیامت کا ہنگامہ۔ بھاگ دوڑ ایک نفسا نفسی کا عالم تھا۔ دھواں کم ہوا۔ حیات محمد خان جاں بحق ہو گئے تھے۔ ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ پیٹ سینہ اور چہرہ جھلس چکا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون طلبا اور اساتذہ آہ و کراہ میں مصروف ظالم اپنا کام کر چکا تھا۔ اس حادثہ فاجعہ پر جلسہ کے حاضرین ہی افسردہ و نوحہ کناں نہ تھے پاکستان کا ہر فرد بے چین اور سکتہ کے عالم میں رہا۔ انا للہ وانا علیہ راجعون خداوند کریم مرحوم پر اپنا فضل کرم فرمائے اور ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر درگزر فرمائے۔ آمین

ہسٹری ہال کا یہ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ اس کی بازگشت دنیا بھر میں سنی گئی۔ بھٹو صاحب امریکہ سے وطن مراجعت فرما گئے۔ یہاں "پلان" پہلے سے تیار تھا۔ بھٹو صاحب نے صرف "فرمان" پر دستخط کر دیئے۔ نیشنل عوامی پارٹی کالعدم قرار دے دی گئی۔ ہنگامے، لوٹ مار کا کاروبار چلا۔ سینکڑوں نیپی جیلوں میں بھر دیئے گئے۔ اور جو بچ سکا جدھر سینگ سمائے بھاگ نکلا

کیا یہ مری پلان تھا

جنوری میں بی بی سی کے نمائندے کے حوالے سے پاکستان کے اخبارات میں اجمل خٹک کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا جس میں اجمل خٹک کا یہ دعویٰ مذکور تھا کہ پاکستان میں ان کے کارکن تخریب کاری کر رہے ہیں۔

۲۔ اس تقریب کے لیے خان قیوم کو مدعو کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے مصروفیت کی وجہ سے معذرت چاہی اور شیرپاؤ مرحوم کا نام تجویز کیا۔ خان قیوم نے مرحوم کا نام شعوری یا غیر شعوری طور پر کیوں پیش کیا؟

۳۔ سٹیج پر مرحوم سے آخری سوال جس طالب علم نے کیا تھا وہ قیوم لیگ سے تعلق رکھتا ہے۔ جسے اب رہا کر دیا گیا ہے۔ کیا اس طالب علم کو استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسے اب پولیس نے چھوڑ کیوں دیا؟ اگر ان تین نقاط کو زیر نظر رکھا جائے تو ایک کہانی یوں بنتی ہے۔ عوام کو یہ یقین دلانا کہ اجمل خٹک ہی دھماکے کرا رہا ہے اور شیرپاؤ مرحوم کو اس تقریب کے لیے آمادہ کرنا اور پھر اسے "وقت معین" تک رکوانا؟ اور اس پروگرام کے باقی مراحل معیّن تھے۔ شیرپاؤ مرحوم کی موجودگی میں قیوم خان صوبہ سرحد کی سیاست سے بے دخل تھے کوشش کے باوجود انہیں ممکن بار نہیں ملتا تھا۔ نیپ کی مخالفت قیوم خان اور بھٹو صاحب کی مشترکہ افتاد طبع ہے۔ اس لیے حکومت ایک طرف اس پابندی کو سپریم کورٹ میں لے گئی ہے لیکن دوسری طرف خان قیوم نیپ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے لگے ہیں کیا خان قیوم "ہز ماسٹرز وائس" کے طور پر بول رہے ہیں۔

مرحوم واحد منتخب پیپلی تھے۔ باقی آئے گئے ممبر تھے۔ جو ممکن تھا خان صاحب کے زیر سایہ چلے جاتے اس لیے بھٹو صاحب نے سانس ہی توڑ دیا۔

اس کہانی پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس پروگرام کے لیے سی۔ آئی۔ اے کا تعاون حاصل کیا گیا ہے؟ یہ ایک عوامی تاثر ہے لیکن؟

میجر آفتاب کا بیان

اس خیال کو تقویت شیرپاؤ مرحوم کے بھائی میجر آفتاب کے بیان سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں اپنے قاتل معلوم ہیں۔ نیپ اور ولی خان وغیرہ کی تعزیت انہوں نے کی ہے۔ عبدالغفار خان ان کے پاس تعزیت کے لیے گئے تھے اس سے بھی میجر آفتاب نے کہا کہ انہیں اپنے مجرم معلوم ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق میجر آفتاب نے الزام خان قیوم گنڈاپور اور سابق آئی جی بشیر میاں اور ایک وزیر پر لگایا ہے۔ یہ بیان انہوں نے شیرپاؤ میں دیا تھا۔ اس بیان کے بعد بعض لوگوں کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ حکومت میجر صاحب کو "دھر" نہ لے۔

عبدالعلی خان

ولی خان کے سوتیلے چھوٹے بھائی۔ بااصول، باوقار، قولو قولاً سدیداً کا مصداق ٹھیک اور صحیح بات کہنے اور سننے والے ساٹھ کاٹھ کے پٹھان ہیں۔ ملازم تھے تو ظاہر باہر ملازم تھے۔ ایوب خان کے دور میں رہے تو بے نام۔ اس دھماکے نے ان کے نام کو بھی شہرت دے دی۔ یہاں پشاور یونیورسٹی میں ایک سیکنڈل میں بھی تین وزیر ملوث ہو گئے تھے۔ عبدالعلی خان کو موقع پر پتہ چلا وزراء کو رنگے ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک وزیر کو یہ کہہ کر کہ یہ میرے علاقے کا ہے خود پیٹا۔ دو وزراء کو طلباء سے پٹوایا۔ کچھ عرصہ تک لیڈی ریڈنگ

ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ اس واقعے کے بعد عبدالعلی خان نے صوبائی حکومت سے کہا تھا کہ کوئی وزیر یونیورسٹی کی تقریب وغیرہ میں نہ آئے یونیورسٹی کی فضا خراب ہوتی ہے ورنہ اولاً خود وہ (عبدالعلی خان) کسی تقریب میں شامل نہ ہوں گے۔ دوم۔ گورنر کے علاوہ کسی وزیر کی حفاظت کی ذمہ داری قبول نہیں کریں گے۔

اس حادثاتی تقریب سے قبل (ہماری معلومات کے مطابق) انہوں نے شیر پاؤ کے طلباء کے متوقع ہنگامہ کے پیش نظر نہ آنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ ہنگامہ قیوم کے ہم خیال طلباء کی طرف سے ممکن تھا۔

۹ فروری کی صبح کو پولیس وائس چانسلر کے پاس گئی۔ وہ گورنر ہاؤس گئے۔ باتیں ہوئیں اور وہیں انہوں نے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ شام تک وہ آدھا بنگلہ خالی کر گئے تھے۔ دوسرے دن گھر چلے گئے۔

حکومت کیا چاہتی ہے

نیپ کے سینکڑوں بے گناہ کارکن پکڑے گئے ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔ حکومت کی پہلی تحقیق یہ تھی اس بم میں سوئیاں تھیں۔ دوسرے دن کوہاٹ وغیرہ میں ایک شخص کے گھر سے چار بم برآمد ہوئے جس میں سوئیاں تھیں۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد تیسرے دن انکشاف ہوا جدید ترین قسم کا بم تھا۔ جسے باہر سے ریڈیائی طور پر کنٹرول کیا گیا تھا؟ روسٹرم کے نیچے چھپایا گیا تھا۔ قالین کے ابھرے ہوئے حصے کو مرحوم غور سے دیکھنے۔ ہے۔ ٹیپ ریکارڈ میں رکھا گیا تھا۔ ٹیپ ریکارڈ کون لایا تھا۔ کس کا تھا جو ظاہر ہے۔ کسی رپورٹر کا ہوگا۔ یا کسی پیپلی کا۔ بعد میں ٹیپ لانے والا کون تھا اور کہاں چلا گیا؟ دو طلبا ایک زمیندار کو کوٹ دے کر چادریں لے گئے؟ یا للعجب۔ ناکہ بندی کر دی گئی۔ طلباء کو پکڑا گیا ہے؟ بھاگ کون گیا؟

پولیس کی تگ و دو کا انداز یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس حادثہ میں نیپ کے حامی طلباء کو ملزم گردانا جائے گا۔ بہت ممکن ہے اس میں بعض پروفیسرز حضرات کو تبرک کے طور پر استعمال کر دیا جائے اور یوں بالواسطہ نیپ کو مجرم قرار دیا جائے۔ لیکن حاصل؟ دھماکے پھر ہو رہے ہیں کیا یہ دھماکے "جنات" کے ذریعے کرائے جا رہے ہیں کہ پولیس یا حکومت کسی مجرم کو پکڑ نہ سکی۔ لیکن کیا واپڈا ہاؤس میں دھماکہ ریکارڈ ختم کرنے کے لیے کیا گیا تھا کہ بم نے ڈیڑھ فٹ کنکریٹ کی دیوار توڑ دی تھی؟ یا تخریب کاروں کو شیر پاؤ سے ہمدردی تھی کہ سرنگوں کو کھولنے کے بارے میں ان کے دستاویزی احکامات شائع کر دیئے جائیں۔ بہرحال تحقیقات کا رخ سرحد کے سنگلاخ پہاڑوں کی طرف مڑ گیا ہے۔ نتیجہ جو ہو سو ہو۔

پشاور اور دیگر یونیورسٹیوں سے اسلحہ برآمد کرایا گیا ہے۔ سنئے آئی۔ جی نے ایک رپورٹر کے اس سوال کے جواب میں کہ "آپ نے یہ اسلحہ کیسے حاصل کیا" عمدہ جواب دیا کہ میرے لیے ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہے"۔ اسی بات کا جواب دیا جائے گا جس کا جواب مہیا کیا جائے گا آئی جی صاحب بڑے چست آدمی ہیں۔ طلباء کب کے جا چکے تھے۔ پولیس کی ناکہ بندی بھی سخت تھی۔ انہوں سے زمین کھود کھود کر اسلحہ برآمد کیا۔ ایک ستم ظریف نے عمدہ بات کہی کہ بھٹو صاحب کو اسلحہ کے لیے باہر جانے کی ضرورت کیا ہے۔ عراقی سفارت خانہ اور کبھی کبھی یونیورسٹیوں سے اتنا اسلحہ برآمد ہو جاتا ہے کہ دفاع کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ کبھی ڈھاکہ میں ایسا ہی اسلحہ برآمد کرایا جاتا تھا۔

پختونستان کون چاہتا ہے

ولی خاں محب الوطن ہیں یا نہیں؟ عوام نے انہیں ووٹ دیئے ان پر اعتماد کیا۔ اپوزیشن نے انہیں لیڈر تسلیم کیا۔ بھٹو صاحب کو ان کی شخصیت کا بجا اعتراف ہے اس لیے خود بھٹو صاحب صحرائی گوریلا بن گئے اور ولی خاں کو پہاڑی گوریلا کہا (یہ بات شاید بھٹو صاحب بھول گئے کہ پہاڑی گوریلا زیادہ مضبوط دفاعی پوزیشن کا حامل ہوتا ہے۔ بلند جگہ پر ہوتا ہے) بلوچستان میں فوج کے بل بوتے پر خون خرابہ ہوتا رہا۔ صمد خاں اچکزئی، مولانا شمس الدین کو شہید کرایا گیا افراتفری کے باوجود کسی بلوچی نے افغانستان سے امداد طلب نہیں کی۔ یہ ان کی محب الوطنی ہے۔ اب بھٹو صاحب نے شیر پاؤ کے قتل کے بہانے سرحد پر ہاتھ صاف کر دیا۔ کیا بھٹو صاحب اجمل خٹک کو انگیخت کر رہے ہیں۔ وہ کابل میں "آزاد پختونستان" قائم کر دیں۔ خداوند کریم ہمیں انتشار و افتراق سے بچائے۔ آمین۔ اگر خدانخواستہ اجمل خٹک ایک دفتر قائم کر لے۔ دو چار حواری مواری اکٹھے کر کے پختونستان کی جگہ جلاوطن حکومت قائم کر دیں تو روس اور بھارت کا ردیہ کیا ہوگا۔ بھٹو صاحب اندازہ کر سکتے ہیں۔ کیا یہ سب کیا کرایا اس کے لیے تو نہیں ہو رہا؟

"گنگا" کا اغوا بھی ایک سازش تھا جس کے نتیجہ میں بھارت نے مشرقی پاکستان کے لیے ہوائی پرواز بند کر کے مشرقی پاکستان کو ہم سے دور کر دیا تھا؟ کیا شیر پاؤ مرحوم کا قتل بھی اسی کی سازش ہے۔

بقیہ قادیانی مسئلہ

حتیٰ کہ سات ستمبر ۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے اعلان کے ساتھ بھٹو صاحب نے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کے خلاف قائم کیے گئے مقدمات واپس لینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ بھی تشنۂ تکمیل ہے اور ملک بھر میں خصوصاً پنجاب میں ہزاروں کارکنوں کے خلاف مقدمات ابھی تک چل رہے ہیں اور اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ پولیس کے حکام کے اشارے پر تحریک کے دوران تحریک کے کارکنوں کے خلاف مقدمات عملاً فوجداری دفعات کے تحت درج کیے ہیں اور اب ہر جگہ وہ یہ بہانے پیش کر رہے ہیں کہ یہ مقدمات سیاسی نہیں اس لیے بھٹو صاحب کے وعدے کے ضمن میں نہیں آتے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کے خلاف کم و بیش دو ہزار سے زائد مقدمات ابھی تک چل رہے ہیں

اس صورت حال میں بھٹو صاحب کا یہ کہنا کہاں تک بجا ہے کہ "قادیانی مسئلہ حل ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں کچھ باقی نہیں رہا"۔

تحریر!
مسعود نیازی
میانوالی

مسٹر بھٹو کا دورہ میانوالی

۱۷ مارچ کو مسٹر بھٹو نے میانوالی کا دورہ کیا۔ میانوالی سٹیڈیم میں عوام سے خطاب کیا اس دورہ کا اصل حقیقت پر مبنی آنکھوں دیکھا حال اپنے ملک کے طلباء ساتھیوں اور جمعیت علماء اسلام کے بزرگان دین کی نظر سے گذارنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جو اخبارات نے غلط تاثر دیا وہ آپ بزرگان دین و طلبہ ساتھیوں پر واضح ہو سکے۔

۱۷ مارچ سے تین دن پہلے میانوالی شہر میں، تقریباً ۲۹ ہزار کے قریب فیڈرل سکورٹی فورس پولیس، فوج، قیام پذیر ہوئی۔ ہر گورنمنٹ دفتر و بلڈنگ میں ان کی رہائش تھی۔ رات کو پورے شہر میں، اور ہر گلی و ہر محلہ میں سول وردی میں نظر آتی۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں میں خوف و ہراس پھیل جائے اور وہ مسٹر بھٹو کے دورہ کی اہمیت کو سمجھیں۔ لیکن جس بات کا میانوالی کے عوام نے ثبوت دیا، شاید میانوالی کی تاریخ میں کوئی کارنامہ ایسا نہ ہوا ہو۔ میانوالی سٹیڈیم پر لاکھوں روپے خرچ کئے گئے۔ حالانکہ میانوالی کا سٹیڈیم ویسے بھی کوئی عام سٹیڈیم نہیں پہلے بھی وہ ایسی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا کہ اگر اس پر کچھ خرچ نہ کیا جاتا تو بھی وہ اپنی مثال آپ تھا۔ بہرحال اس سٹیڈیم کو نواب آف کالاباغ نے اپنے دور میں بنوایا تھا لیکن پھر بھی اس پر لاکھوں روپے خرچ کئے گئے۔

میانوالی ایک پسماندہ ضلع ہے اس کے باوجود بھی میانوالی کے سرکاری خزانہ کا منہ کھول دیا گیا اور قوم کے پیسہ کو بڑی بے دردی کیساتھ خرچ کیا گیا۔ اگر یہی رقم میانوالی کے ترقیاتی کاموں پر لگائی جاتی تو میانوالی کی پسماندگی دور ہو سکتی تھی۔ لیکن آخر "قائد عوام" کا جلسہ تھا اور یہ سب کچھ ہونا تھا۔ ایک دن پہلے راقم الحروف سٹیڈیم کو دیکھنے گیا تو یہ نہ سمجھ سکا کہ میں پاکستان ہی میں ہوں یا کسی غیر ملک میں پہنچ گیا ہوں دوسرے دن سٹیڈیم میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی۔ ۱۷ تاریخ کو میانوالی کی تمام ٹریفک معطل ہو گئی، سرکاری ٹرینیں چلائی گئیں تمام بسوں کو عوام لانے کے لئے پولیس نے زبردستی ضلع کے دوسرے شہروں میں بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ باہر سے میانوالی آئے ہوئے تھے ان مسافروں کو مجبوراً دو دن میانوالی میں رہنا پڑا۔ کیونکہ کوئی بھی ریلوے گاڑی یا بس دوسرے شہروں کو نہ چلیں۔

بہرکیف ۱۷ مارچ صبح آٹھ بجے سے لوگوں کو زبردستی سٹیڈیم میں بند کرنا شروع کر دیا سٹیڈیم میں عوام کے لئے الگ الگ گیلریاں بنی ہوئی تھیں تاکہ جو بھی اٹھے اسے لاٹھیاں مار مار کر زبردستی بٹھا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چونکہ دوپہر کے بارہ بجے گئے دھوپ بڑی تیز تھی لوگوں کو پیاس کا بہانہ ملا کہ ہم پانی پینے کے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان بچارے غریب عوام کی ایک نہ سنی گئی۔ انہیں ٹھنڈے پانی کی بجائے گرم گرم لاٹھیاں ملیں۔ تقریباً ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر مسٹر بھٹو سٹیڈیم میں تشریف لائے تو فضا پاکستان زندہ باد، قائداعظم زندہ باد، اسلامی نظام زندہ باد، اسلامی مساوات زندہ باد، قائد عوام مردہ باد، "محافظ ختم نبوت" بھٹو مردہ باد، پیپلز پارٹی مردہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ان نعروں کے بعد بھی ان کو عوام کی بات سمجھ میں نہ آئی کہ عوام ہمیں سننا نہیں چاہتے۔

چنانچہ مسٹر بھٹو نے تقریر شروع کرتے ہی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے "اسلام ہمارا دین ہے" سے سٹیج پر آئے۔ لوگوں نے اسلام کی خاطر پندرہ منٹ تک ان کی تقریر سنی۔ اس کے بعد جب وہ معیشت پر شروع ہوئے تو لوگوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر واپس جانے کو کہا تقریباً چھ منٹ تک مسٹر بھٹو کی تقریر تعطل کا شکار رہی پھر جب بھٹو نے پینے کے لئے پانی مانگا تو لوگوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ ہمیں بھی پیاس لگی ہے پانی پلاؤ!

چنانچہ پھر ایک شخص نے مائک پر آکر اعلان کیا کہ آپ کو پانی مل جائے گا۔ لیکن یہ ۱۹۷۵ء کے یزید ثابت ہوئے اور پانی پلانے کے وعدہ میں ذرہ بھر بھی تکلیف نہ اٹھائی۔ اس تقریر میں بھٹو نے کہا کہ میں پاکستان پر کسی دوسرے کا یعنی دوسرے غیر ملک کا فتح کا جھنڈا نہیں لگانے دوں گا۔ اس بات سے میانوالی کے سیاسی اور باشعور لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ خود ہی اس پر فتح کا جھنڈا لگا کر دے گا تاکہ کوئی اور ملک اس کو فتح کر لے۔

۵۵ منٹ کے بعد لوگوں نے (دھوپ کی وجہ سمجھ لیں، یا پیاس کی وجہ سے سمجھ لیں، اور یا پھر نفرت کی وجہ سے سمجھ لیں کہ) ہنگامہ کر دیا۔ جس پر آئی جی، ڈی آئی جی، اور چھ سات

باقی صفحہ ۱۶ پر

شہر شہر سے

قمر ہاشمی

بارگاہِ "فقیر" میں "وزیر" باریاب نہ ہوسکا

قاضی مظہر حسین صاحب کو فوراً رہا کیا جائے

مولانا شفیق الرحمن درخواستی جنرل سیکرٹری متحدہ محاذ خانپور نے ایک پریس ریلیز میں بتایا کہ ۱۰ر مارچ بروز سوموار، جناب کوثر نیازی نے حضرت امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان سے ملاقات کرنا چاہی مگر حضرت نے ملنے سے انکار کر دیا۔

ہوا یہ کہ ۹ر مارچ کی شام کو بہاولپور کے ایک ذمہ دار شخص نے وفاقی وزیر کی نمائندگی کرتے ہوئے (غالباً مولوی غلام مصطفےٰ بہاولپوری تھے) حضرت درخواستی مدظلہٗ کو اطلاع دی کہ کوثر نیازی صاحب آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ آپ کی زیارت کی جائے۔

حضرت نے فرمایا کہ وزیر کا مجھے ملنے سے کیا مقصد ہے؟ ان کے ملنے سے مجھے کوفت ہوتی ہے لہٰذا میرے پاس کوئی ٹائم نہیں ہے۔ ۱۰ر مارچ کو "اسٹیشن پر سیلون" لگا تو مقامی حکام کی طرف سے ایک اعلیٰ افسر نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وزیر صاحب تشریف لا چکے ہیں وہ ملاقات کی اجازت چاہتے ہیں آپ اجازت فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کل بھی ان کے فرستادہ کو کہہ دیا تھا کہ میرے پاس ملاقات کا وقت نہیں ہے۔ جو شخص علماء کو بدنام کر رہا ہے میں اس سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا

اس واضح اور دو ٹوک انکار کے باوجود، وزیر موصوف باز نہ آئے اور پوری آن بان سے تمام ضلعی انتظامیہ اور حفاظتی دستہ کے ساتھ مدرسہ مخزن العلوم کی طرف چل پڑے۔ مدرسہ کا گیٹ بند تھا۔ جو کہ اکثر بند ہی رہتا ہے۔ اور نماز کے وقت کھلتا ہے۔ وزیر موصوف اپنے لاؤ لشکر اور خوشامدیوں کی ہمراہی میں گیٹ کھلنے کا انتظار کرتے تھے۔ مگر گیٹ تھا کہ نہ کھلنا تھا نہ کھلا۔

بالآخر ناکام و بے مراد اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ رجعت قہقری کر گئے۔ اور بالآخر دل کا غبار منہ کے راستے سے یہ کہہ کر نکالا گیا (اپنی تقریر میں کہنے لگے) کہ مولانا درخواستی نے میرے لیے اپنے مدرسہ کے دروازے بند کر دیئے تھے ...... وغیرہ وغیرہ

جب کہ حضرت مدظلہٗ نے قبل از وقت انکار کر دیا تھا لیکن نہ جانے وزیر موصوف نے کس کے کہنے پر قدم رنجہ فرمایا۔ ہمارے خیال میں جناب کوثر نیازی بعض نام نہاد تقدس مآبوں اور پرانے کھوسٹوں کی وجہ سے دھوکہ کھا گئے اور وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس مرد حق آگاہ کو قدرت نے دیئے ہیں انداز خسروانہ۔ وزیر موصوف کی ملاقات تو کجا ہفت اقلیم بھی اس کے نزدیک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ سیاسی مقصد براری کے لئے اور بہت سے ندی نالے کھلے ہیں اس چشمہ شفا سے صرف وہی سیراب ہو سکتے ہیں کہ جن کے دل کا آئینہ صاف ہو۔

خفت کو مٹانے کے لئے ۱۲ر مارچ کے اخبارات میں یہ من گھڑت اور جھوٹی خبر شائع کرائی گئی کہ وزیر موصوف کے دورہ سے متاثر ہو کر بارہ ہزار افراد جمعیۃ کو چھوڑ کر پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کسی فرد بشر کے جمعیۃ کو چھوڑنے کا تو کیا۔ ہاں البتہ اکابرین جمعیۃ کے استقلال کا مظاہرہ ہوا جو کہ عوام نے دیکھا

چکوال شہر میں افسوسناک واقعہ

—— عاشق علی خاں کلور کوٹ، میانوالی

گزشتہ محرم سے چند روز قبل نیپ کے سربراہ خان عبدالولی خان لاہور آتے انہوں نے چند پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا اور موچی دروازے میں ایک عظیم جلسے سے بھی خطاب کیا۔ جس سے حکومتی پارٹی کی چولیں ڈھیلی ہونا شروع ہو گئیں خان عبدالقیوم خان جو کہ پاکستان کے وزیر داخلہ بھی ہیں کب برداشت کرتے تھے کہ ولی خان پنجاب میں اتنی مقبولیت حاصل کریں۔

چنانچہ شور مچایا گیا کہ ولی خان محرم میں شیعہ سنی فسادات کرانے لاہور آتے ہیں۔ محرم کے دوران تو کسی جگہ بھی کوئی ایسا واقعہ سننے میں نہیں آیا کہ جسے شیعہ سنی فساد قرار دیا جا سکے اب جب کہ نیپ کے سربراہ ولی خان، اور اس کے تمام راہنما جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند ہیں۔ اور خان عبدالقیوم خان اب بھی وزیر داخلہ ہیں۔ چہلم کے موقع پر چکوال شہر میں شیعہ سنی فسادات رونما ہوتے۔ واقعات کے مطابق یکم مارچ کو شیعہ حضرات کا ایک جلوس جو کہ سنی مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا، اس جلوس میں موجود شیعہ حضرات نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان اقدس میں اشتعال انگیز

نعرے لگائے مدنی مسجد کے پاس ضرورت سے زیادہ قیام کیا اور ماتم کا سارا زور وہیں صرف کیا جس سے سنی مسلمان جو نماز کے لیے اکٹھے تھے اشتعال میں آگئے انہوں نے بھی جوابی نعرے لگائے چنانچہ شیعہ حضرات نے مسجد میں جو کہ خدا پاک کا گھر ہے، پتھراؤ کیا۔ جس سے مسجد میں موجود افراد زخمی ہو گئے۔

بعد ازاں راولپنڈی پولیس نے بوقت صبح گاہی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خطیب مدنی مسجد اور ۵۴ نمازیوں کو جب وہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ انتہائی افسوسناک ہے ایسے حالات میں جب کہ پاکستان بیرونی خطرات میں چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ سپر پاور پاکستان کے وجود تک کو ختم کرنے کے درپے ہیں، ہمارے اندرونی حالات انتہائی تذبذب کی حالت میں ہیں۔ کہیں شیعہ سنی فساد برپا ہیں۔ اور کہیں حکومتی پارٹی اپنی انا کا مسئلہ کھڑا کر کے جمہوری اصولوں کو تہ و بالا کر رہی ہے۔ بہرحال چکوال شہر میں جو کچھ ہوا ہے ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں اور وزیر اعظم بھٹو سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیق کرائیں۔

تحصیل شجاع آباد کے علاقے تربیتی وتنظیمی دورہ!

جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان کے مبلغ مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمانی نے تحصیل شجاع آباد کے علاقے کا دورہ کیا اور جدید انتخاب بھی عمل میں آئے اور ترجمان اسلام کے پرچے بھی جاری ہوئے دیگر نئی ممبر سازی بھی مندرجہ ذیل مقامات پر کی گئی۔ عام اجتماعات کے علاوہ خاص ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ ۱ جلالپور پیروالا، ۲ بہادرپور ۳ موضع کہنوں ۴ بستی محمد علی والا ۵ بستی قراری ۶ بٹی والا، ۷ الیاس والا ۸ مولوی والا، ۹ لاہنگ والا ۱۰ بیلے والا ۱۱ موضع الاسعید، ۱۲ غازی پور ۱۳ کھاکھی پونٹہ ۱۴ بھٹہ جنگ والا ۱۵ بستی مولوی عطاء ۱۶ بہلی شریف ۱۷ بیٹ قیصر ۱۸ عنایت پور ۱۹ حافظ والا ۲۰ بستی محرم۔

انتخاب جمعیۃ علماء اسلام عنایت پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان۔

امیر - مولانا محمد عبداللہ صاحب۔
نائب امیر - مولانا رحمت اللہ صاحب۔
ناظم عمومی - مولانا ضیاء الدین صاحب۔
ناظم - حاجی غلام قادر صاحب۔
خازن - کرم حسین صاحب۔
سالار - حبیب الرحمن صاحب۔

جدید انتخاب جمعیۃ علماء اسلام

غازی پور تحصیل شجاع آباد

امیر - مولانا ثناء اللہ صاحب
نائب امیر - قاضی محمد ہاشم صاحب
ناظم عمومی - مولانا عزیز الرحمن صاحب
ناظم - حافظ عزیز الرحمن صاحب
خازن - مولوی نور محمد صاحب
سالار - قاضی غلام یٰسین صاحب

جمعیۃ علماء اسلام

کھاکھی پونٹہ تحصیل شجاع آباد

امیر - ملک نذیر احمد صاحب
نائب امیر - مولانا محمود الحسن صاحب
ناظم عمومی - ملک محمد شریف صاحب
ناظم - مولوی بشیر احمد صاحب
خازن - ملک بشیر احمد صاحب
سالار - حاجی غلام حیدر صاحب

انتخاب جمعیۃ علماء اسلام

بھٹہ جنگ والا تحصیل شجاع آباد

امیر - حاجی غلام سرور صاحب
نائب امیر - ملک محمد علی صاحب
ناظم عمومی - حاجی محمد حسین صاحب
ناظم - جناب محمد رمضان صاحب بلوچ
خازن - ملک حاجی احمد علی صاحب
سالار - جناب عبدالمجید صاحب

انتخاب جمعیۃ علماء اسلام

موضع کہنوں تحصیل شجاع آباد

امیر - مولانا محمد صدیق صاحب
نائب امیر - مولانا محمد نواز صاحب
ناظم عمومی - حافظ عبدالرحمن صاحب
ناظم - منشی غلام رسول صاحب
خازن - حافظ کریم بخش صاحب
سالار - جناب خان محمد صاحب

جدید انتخاب جمعیۃ علماء اسلام

موضع مولوی عطاء تحصیل شجاع آباد

امیر - مولانا عطاء اللہ صاحب
نائب امیر - حاجی غلام سرور صاحب
ناظم عمومی - مولانا عزیز الرحمن صاحب
ناظم - جناب فیض بخش صاحب نمبردار
خازن - جناب نور محمد صاحب
سالار - مولانا ثناء اللہ صاحب

انتخاب جمعیۃ علماء اسلام

بہلی شریف تحصیل شجاع آباد

امیر - مولانا محمد ہاشم صاحب
نائب امیر - مولانا غلام حسن صاحب
ناظم عمومی - مولانا غلام محمد صاحب
ناظم - مولانا مطیع الرحمن صاحب
خازن - جناب عبدالحمید صاحب
سالار - ملک عبدالرحمن صاحب بھٹہ

محمد فاروق قریشی

طلباء کی سرگرمیاں ؟

جمیعتہ طلباء اسلام صوبہ سندھ کا کنونشن ، مئی میں کراچی منعقد ہوگا

صوبائی کنونشن سے پہلے اپریل کے دوسرے عشرے میں ضلعی کنونشن کیئے جائینگے ۔

صوبائی مجلس شوریٰ کا فیصلہ

گذشتہ دنوں جمیعت طلباء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس حیدرآباد میں منعقد ہوا ، مرکزی ناظم عمومی سید مطلوب علی زیدی اور مرکزی ناظم نشریات (راقم الحروف) نے شرکت کی ۔

اجلاس میں طے پایا کہ ۔

۱ ، صوبائی کنونشن مئی کے آخری عشرے میں کراچی منعقد ہوگا ۔

۲ ، صوبائی کنونشن سے پہلے ضلعی اجلاس ، اور تربیتی کنونشن ہوں گے تاکہ صوبائی تنظیمی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے اور کارکنوں کی ذہنی تربیت کی جاسکے ، اور ساتھ ہی صوبائی کنونشن کیلئے طلباء کو تیار کیا جاسکے ۔

۳ ، کنونشن کے اخراجات کے لئے پورے صوبے سے فنڈ فراہم کیا جائے گا جس کو سابقہ مالیاتی کمیٹی (جو گزشتہ اجلاس منعقدہ سکھر میں قائم کی گئی تھی) اکٹھا کرے گی ۔

۴ ، ضلعی کنونشن کے لئے صوبائی سطح پر اردو اور سندھی میں اشتہار شائع ہونگے جس کو ہر ضلعی جماعت حسب ضرورت رقم ادا کر کے صوبائی دفتر (حیدرآباد) سے حاصل کرے ۔ صوبائی کنونشن کی مجلس استقبالیہ نے صوبہ کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ آج ہی سے کنونشن کی تیاریاں شروع کر دیں اور طلباء کی ذہن سازی میں حتی الامکان مصروف رہیں ۔ اور مالیاتی کمیٹی سے فنڈ کی فراہمی میں زیادہ سے زیادہ تعاون کریں ۔

مرکزی ناظم عمومی اور ناظم نشریات کا دورۂ سندھ

جمیعتہ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی صاحب زیدی اور راقم الحروف دورۂ سندھ کے سلسلے میں حسب پروگرام ۱۶ مارچ کو کراچی پہنچے ۔ کراچی جمیعت کی تنظیمی صورت حال کو بہتر بنانے کے سلسلے میں تمام دن جماعتی احباب سے مشورے جاری رہے جب کہ دوسرے روز کراچی کی ڈویژنل مجلس عمومی کا اجلاس صدر کراچی کی صدارت میں منعقد ہوا ۔

اور اجلاس میں سب سے پہلے جناب ایم ، جے خان محمد رفیق صاحب نے کراچی کی تنظیمی صورت حال اور گزشتہ کارکردگی کا جائزہ پیش کیا ازاں بعد مرکزی ناظم عمومی نے جمیعت طلباء اسلام پاکستان کی تنظیمی ہیئت ، مقاصد ، اور طریق کار سے متعلق طلباء سے خطاب کیا ۔ آخر میں صدر اجلاس (راقم الحروف) نے اراکین مجلس عمومی کو اجلاس کی غرض وغایت سے آگاہ کیا ۔

کراچی کی تنظیمی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے اور جماعتی کام کی رفتار بڑھانے کے لئے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا ۔ جس میں بالاتفاق درج ذیل فیصلے کئے گئے ۔

۱ ، کراچی جمیعت کی ڈویژنل کابینہ بدستور قائم رہے گی ۔ سابقہ فیصلہ کالعدم قرار دیا گیا ۔ موجودہ عاملہ صوبائی کنونشن (منعقدہ مئی ۱۹۷۵ء کراچی) تک تمام علاقوں میں یونٹس قائم کرے گی اور کنونشن کے موقعہ پر ڈویژنل مجلس عمومی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا ہوگا بصورت دیگر نئی عاملہ منتخب کی جائے گی ۔

۲ ، جناب ایم ، جے خان کراچی کے صدر کی حیثیت سے کام کریں گے ۔

۳ ، کراچی کو تنظیمی طور پر تین ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ضلعی جماعتوں کے قیام تک ڈویژنل اراکین عاملہ کے دو دو رکن ، ایک ضلعی جماعت کے نگران کی حیثیت سے کام کریں گے ۔ ضلعی تقسیم مندرجہ ذیل ہے ۔

ا ۔ کراچی غربی ۔ جناب حسین حمید صاحب (کنوینر)
" " جناب محمد حسین صاحب (معاون)
ب ۔ کراچی وسطی ۔ جناب ایم ، جے خان (کنوینر)
" " جناب ایس ، آر اعوان (معاون)
ج کراچی شرقی ۔ جناب محمد عبداللہ سکھرگاہی (کنوینر)
" " جناب محمد اقبال صاحب (معاون)
د ۔ جناب محمد رفیق صاحب تینوں ضلعی جماعتوں کے درمیان رابطہ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیں گے ۔ اور ہر ہفتہ مرکز کو رپورٹ دیں گے ۔

حلقہ لانڈھی کے اجتماع سے خطاب

جمیعتہ طلباء اسلام حلقہ لانڈھی ضلع شرقی کراچی کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جناب زیدی صاحب

نے مقصد انسانیت کے عنوان سے سیر حاصل بحث کی اور طلباء کو بتایا کہ مقصد انسانیت اور مقصد پاکستان میں کس قدر مماثلت ہے اور عجیب اتفاق ہے ہم ان دونوں مقاصد کو صحیح اور مستحسن جانتے ہوتے اس سے پہلو تہی کر رہے ہیں حالانکہ جب تک ہم ان مقاصد کے حصول میں خلوص سے مگن نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ ابتلا و آزمائش کا دور ختم نہیں ہوگا۔ اس سے قبل راقم الحروف نے طلباء کو بتایا کہ ہم سب اس برادری سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس کو طالب علم برادری کہا جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں اس برادری سے متعلقہ تمام مسائل کے بارے میں سوچنا اور ان کا حل تلاش کرنا ہے۔ طلباء برادری کے موجودہ تمام مسائل فرنگی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں لہٰذا جب تک فرنگی کی اس "سوغات" کو دیس نکالا دے کر اسلامی نظام تعلیم رائج نہیں کیا جائے گا۔ اسوقت تک طلباء برادری اور قوم نت نئے مسائل سے دو چار ہوتی رہے گی۔

کراچی کے بعد حیدر آباد صوبائی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی اور دوسرے روز حیدر آباد کالج کے طلباء کے خصوصی اجلاس میں جناب زیدی صاحب نے جمیعت طلباء اسلام پاکستان کا پروگرام پیش کیا۔

نواب شاہ

جمعرات ۱۳ مارچ کو حسب پروگرام نواب شاہ پہنچے، جہاں پر صوبائی نائب صدر جناب محمد سلیم صاحب شاہد نے ضلعی کارکنوں کا اجلاس بلایا ہوا تھا۔

نواب شاہ میں ضلعی کارکنوں سے تبادلہ خیالات کے بعد گورنمنٹ انجینئرنگ کالج نواب شاہ میں طلباء سے ملاقات کی بعد ازاں رخصت ہو گئے ہمیں اسٹیشن پر صوبائی نائب صدر جناب سلیم شاہد صاحب اور ناظم نشریات جناب محمد اسلم شیخ نے سکھر کیلئے خدا حافظ کہا۔

سکھر

نواب شاہ کے بعد جب ہم روہڑی اسٹیشن پر پہنچے تو جناب لیاقت علی شاہ صاحب جناب محمود الحسن صاحب اور دیگر احباب نے خوش آمدید کہا۔ راستے میں خیر پور اسٹیشن پر جناب محمد خان صاحب جناب احمد شاہ صاحب، اور حضرت امروٹی مدظلہ کے صاحبزادے نے ملاقات کی جو ہمارے ساتھ ہی سکھر کیلئے روانہ ہوئے۔ سکھر میں مقامی جمعیۃ کے ارکان سے ملاقاتیں کیں اور تنظیمی صورت حال کا جائزہ لیا۔

جناب محمود الحسن صاحب نے تنظیمی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا۔ ان کے بعد صوبائی سرپرست جناب مولانا غلام قادر صاحب، جناب استاد عطا محمد صاحب اور جناب ڈاکٹر لیاقت علی شاہ صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں اور صوبائی سطح پر جماعتی کار کو بڑھانے کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کیا گیا۔ دوسرے روز احباب کو خدا حافظ کہتے ہوئے لاہور کے لئے روانہ ہوئے اس طرح صوبہ سندھ کا مختصر دورہ اختتام کو پہنچا۔

صوبائی صدر کا دورہ پنجاب

جمیعت طلباء اسلام پنجاب کے صدر جناب رانا شمشاد علی خان صاحب نے پنجاب کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔

عبدالحکیم، بگٹہ، سرگانہ، کبیر والا، تلمبہ، صادق آباد، احمد پور شرقیہ، ملتان، بہاول پور، سرائے مغل، دارنی، خان پور، اور بھائی پھیرو میں مختلف اجتماعات سے خطاب کیا۔

انہوں نے مدرسہ سراج العلوم دارنی جو کہ ضلع رحیم یار خان میں بہترین درس گاہ ہے اور جس میں، سینکڑوں طلباء، بہترین اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہے ہیں) میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمیعت طلباء اسلام ہر باطل قوت کو شکست دے کر اس ملک کو مکمل اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتی ہے۔

مجلس شوریٰ ضلع ملتان کی قراردادیں

رانا صاحب کی زیر صدارت ضلع ملتان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں درج ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

۱، ملک میں اسلامی انقلاب برپا کیا جائے۔

۲، انٹرمیڈیٹ کے نصاب سے اسلامیات کا مضمون خارج نہ کیا جائے۔

۳، ملتان میں قائم ہونے والی یونیورسٹی کا نام "ابن قاسم یونیورسٹی" رکھا جائے۔

۴، تحریک ختم نبوت میں قائم کئے گئے مقدمات واپس لئے جائیں اور تشدد کی روش کو ترک کر دیا جائے۔

پورا عالم اسلام بالخصوص پاکستان اپنے ایک عظیم دوست سے محروم ہو گیا

محمد اسلوب قریشی

شاہ فیصل شہید اتحاد عالم اسلام کی علامت بن گئے تھے

سید مطلوب علی زیدی

جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی دفتر میں شاہ فیصل مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ایصال ثواب کیلئے ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں شاہ فیصل شہید کی موجودہ پالیسی کو سراہا گیا صدر جمیعۃ جناب قریشی صاحب نے فرمایا کہ اسوقت پورے عالم اسلام اور بالخصوص عرب ملکوں کیلئے انکی خیر خواہی ایک مثالی حیثیت اختیار کر گئی تھی اس اہم موڑ پر انکا ہمارے درمیان میں سے اٹھ جانا مسلمانوں کا زبردست نقصان ہے۔

ناظم عمومی جناب زیدی صاحب نے فرمایا کہ شاہ فیصل مرحوم نے ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد سامراجیوں کے ناپاک عزائم کو بھانپ لیا تھا اور گزشتہ جنگ کے موقعہ پر تیل کا ہتھیار استعمال کر کے امریکہ جیسے سامراج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آخر میں مرحوم کو ایصال ثواب کیا گیا اور دعا کی گئی کہ انکے جانشین شاہ خالد بن عبدالعزیز شاہ شہید کے صحیح جانشین ثابت ہوں۔